مدینۃ المسیح

ایوان خلافت:۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے معمول بہا مشاغل جاری ہیں۔ مگر حضور کو درد پسلی کی شکائت تاحال ہے۔ ۷ نومبر کو فرمایا۔ رات میری ایسی نازک حالت ہو گئی۔ کہ سمجھا بس اب خاتمہ ہے۔ اسوقت بھی مجھے یہی خیال تھا کوئی ایسی تجویز ہو کہ تم ماں جاؤ پھر صاحبزادہ بشیر احمد کو فرمایا۔ میاں کل جمعہ ہے۔ مگر تم آجانا اگر زندگی باقی ہے۔ تو تمہیں ہفتہ کے روز قرآن ختم کرا دینے کا ارادہ ہے۔ ورنہ میرے بعد اپنے بھائی صاحب سے ختم کر لینا۔

اہل بیت:۔ صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو خفیف بخار پچھلے پہر ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب نے ۸ نومبر کو قرآن مجید ختم کیا حضور نے بہت دعائیں فرمائیں۔ ام المومنین نے مٹھائی بانٹی چونکہ آپ مدرسہ میں بھی کام کرتے تھے۔ اس لئے ایک الوداعی پارٹی دی گئی۔ آپ بدھ کو لاہور اپنی تعلیم انگریزی کی تکمیل کے لئے جائیں گے۔

عید اضحیٰ:۔ سوموار ۱۰ نومبر کو عید ہوئی۔ دس بجے حضرت خلیفۃ المسیح نے نماز پڑھائی۔ خطبہ میں قربانی کی فلاسفی بیان فرمائی۔ کہ تمام کارخانہ عالم قربانیوں پر چل رہا ہے۔ صحیفۂ قدرت سے اس کی بہت سی مثالیں دیں۔ پھر فرمایا۔ کوئی آرام کوئی انعام بغیر قربانی کے نہیں مل سکتا جانوروں کی قربانیاں تمہیں سکھاتی ہیں۔ کہ تقرب الی اللہ کے لئے اپنی خواہشات اپنے معتقدات پھر اپنی نفسوں کی قربانیاں دو۔ اور اس کے لئے تیار رہو

ہمارے فی سبیل اللہ مسافر بھائی:۔ مفتی محمد صادق صاحب و مولوی محمد سرور شاہ صاحب (انصار اللہ) لکھنؤ جلسہ پر گئے تھے۔ عید پر قادیان پہنچ نہیں سکے۔ رستہ میں جس شہر میں عید کی نماز پڑھی ہوگی بس شہر کے بھائیوں کو عید مبارک ہو۔ ہم نے ان کے لئے دعائیں کیں۔ اور آخری دعا میں شامل رکھا۔

سلسلہ وعظ:۔ الفضل کی تحریک کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ میں طلباء کے سامنے لکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے پہلا لکچر دلائل ہستی باری تعالیٰ پر تھا جس پر آپ نے پانچ دلائل نہائت دلآویز طریق سے بیان کئے۔ طلباء کو ہدائت ہونی چاہئے۔ کہ وہ ایسے لکچروں کے نوٹ کر کے دوسرے روز خود لکھ کر دکھایا کریں۔

مولوی صدر الدین صاحب نے طلباء کے سامنے سفر نادوہ کے حالات خوش کن پیرائے میں بیان کئے۔

علالت:۔ جناب میر ناصر نواب صاحب کی بنت ذات المرتبہ بیمار ہے بیمار ہیں۔ اب حالت سنبھل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک وجود کو شفاء عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

آمد مہمانان:۔ مولانا محمد احسن صاحب فاضل امروہوی کے ساتھ آپ کے نوجوان فرزند مولوی محمد یعقوب صاحب بھی ہیں۔ فاضل موصوف کو ہشتاد سالہ عمر میں تین سال ہو گئے اللہ نے ایک بیٹا محمد یحیٰ نام دیا تھا۔ اب معلوم ہوا۔ کہ اس کے بعد ایک سال ہوا۔ محمد سلیمان بھی ہو چکا ہے یہ خاص انعام باری تعالیٰ ذکریٰ یقوم یومنون ہیں۔ عبداللہ صاحب انصار اللہ آٹھ دس دن سے آئے ہیں۔ شیخ مبارک اسمٰعیل بی۔ اے انصار اللہ دینیات کی تکمیل کے لئے قادیان آگئے ہیں۔ گریجوایٹ نوجوانوں کے لئے یہ نیک نمونہ ہے۔ کہ انگریزی تعلیم کے بعد دینی تعلیم کا فکر ہو۔

(۲) صدر انجمن کے اجلاس کی تقریب پر شیخ رحمت اللہ صاحب و ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب تشریف لائے۔ بٹالہ سے مولوی فضل الدین صاحب مختار شیخپورہ سے میاں عالم الدین صاحب بی اے وکیل۔ ہنڈوری سے شیخ محمد صاحب عبد السلام حاکم الدین صاحب تیتی لاہور سے میاں قدرت اللہ حافظ سید محمد اسمٰعیل صاحب جھنگا سے بالو خان ضلع گورداسپور کے پھیرو چیچی۔ سیکھواں بیری سے بہت سے احباب تشریف لائے۔ کم وبیش پچاس کے قریب مہمان آگئے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ... سے تشریف لائے۔

(باہتمام میرزا عبد الغفور بیگ صاحب منیجر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں [illegible] احمد صاحب [illegible] کے لئے چھپکر شائع ہوا)

برقی خبریں

معاملات بلقان

(قسطنطنیہ ۳ نومبر) علاقہ جات مفوضہ میں ترکوں کی حیثیت اور جو ترکی یونان ٹرکی کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ (اور جنگی نسبت یونان تاوان مانگتا ہے) کے متعلق گفتگو میں مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ جس سے نامہ وپیام میں طوالت کا اندیشہ ہے۔ **ممبران** کمیشن البانیہ میں سخت اختلاف پیدا ہوا ہے۔

(صوفیہ ۳ نومبر) جو آٹھ سو بلغاری یونانیوں کی قید میں تھے۔ ان کی نسبت یونان کے معلومات بہم پہنچانے سے انکار کرنے پر رنج واندوہ کی گھٹا چھا رہی ہے۔ اندیشہ ہے۔ کہ کہیں بلغاریہ انتقام لینے اور یونانیوں کے اخراج پر آمادہ نہ ہو جائے۔

(لنڈن ۵ نومبر) ایک کپڑا جس کی نسبت تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ سلطان سلیم کی جامع مسجد ایڈریانوپل حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس کا جزو تصور کیا جاتا ہے۔ حالمین واثینا کی ایک دکان میں جہاں پرانی اشیاء فروخت ہوتی ہیں پایا گیا۔ ترکی سفیر متعینہ واشنگٹن نے فوراً اسے اپنے تسلط میں لے لیا۔

یونان کا جواب۔ (ایتھنز ۶ نومبر) یونان اس الزام کی تردید کرتا ہے۔ کہ اس نے اپیرس کے باشندوں کو دھمکی دی ہے۔ نیز بین الاقوامی کمیشن حد بندی البانیہ کی روش کا بھی شاکی ہے۔

دیگر خبریں

(مکہ معظمہ۔ ارض مقدس حجاز ۶ نومبر ۷ بجے شام) "میں بخیریت یہاں پہنچ گیا۔ شنبہ کو حج ہو گا۔" (محبوب عالم)

(پیکن ۵ نومبر) گورنمنٹ نے کومنگٹن میں مخالف پارٹی کو اس بنا پر پارلیمنٹ سے علیحدہ کئے جانے کا حکم دیا ہے۔ کہ وہ ہر قسم کی ترقیوں میں مزاحم ہوتی ہے۔ اس پر جوش پھیل گیا ہے مگر گورنمنٹ نے کافی فوجی انتظام کر لیا ہے۔

(لنڈن ۵ نومبر) ہوا بانڈ و کورٹ بخارسٹ پہنچ گیا۔ **گورنمنٹ نے** آسٹریا سے خاص سلوک کی نسبت ہنگری گورنمنٹ نوعیت کی تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ تحقیقات مذکور وسیع وجامع اور نہ صرف پولیس وتعلیم بلکہ ہوم رول گورنمنٹ کے تمام انتظامی کاروبار پر حاوی ہوگی۔ زراعت ڈسٹرکٹ بورڈ

ودیگر صیغہ جات پر نظر ڈالی جائیگی۔ جنکا طرز عمل ممکن ہے کہ السٹر کے لئے نقصان رساں ہو۔ **ولنگٹن ۵ نومبر۔** جو گھوڑے نیوزیلینڈ کے انعامی پیالے کے لئے مقابلہ میں دوڑنے والے تھے۔ آج ان کو جہاز میں سوار کرانے کے وقت فساد ہوا۔ معمولی پولیس کے علاوہ اب آٹھ سو خاص کنسٹبل مامور کئے گئے ہیں۔ تیس پولیس مین جن میں پندرہ خاص کنسٹبل بھی داخل ہیں خفیف زخمی ہوئے۔ بعض گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ **الکسر سٹ ۷ نومبر۔** مسٹر گاندھی آج گرفتار کئے گئے۔ بعدہ پچاس پونڈ کی ضمانت پر رہا ہو گئے۔ دو سو اور ہندوستانی آج جبراً ٹرنسوال میں داخل ہوئے مگر انہیں گرفتار نہیں کیا گیا۔ **ڈربن ۶ نومبر۔** ایجے کے آغاز سے دو سو ہندوستانیوں کو سزائے قید ہو چکی ہے تین سو اور گرفتار ہوئے۔ **بعد کا تار۔** کاتہائے کوٹلہ کے پانچسو مفرور مزدور جو یہاں کے چار ہزار فراہم شدہ آدمیوں میں تھے گرفتار کر لئے گئے۔ **ملک معظم جارج پنجم و ملکہ معظمہ** کوئن میری نے دہلی کے گرجے کے سرمایہ تعمیر میں علی الترتیب ایک سو پونڈ و پچاس پونڈ مرحمت فرمائے۔

ہندوستان کی خبریں

تناولی میں سیلاب۔ ہفتہ بھر کی سخت بارشوں سے دریا چڑھاؤ پر ہے۔ اور کئی تالابوں کے ٹوٹ جانے سے متعدد بازار تہ آب ہیں۔ بہت سے خس پوش ونئے مکانات بہ گئے۔ **مہاراجہ ومہارانی کوچ بہار** ولائت سے ۲ نومبر کو کلکتہ پہنچے۔

ولائیت کی مشہور رقاصہ مس ماڈ ایلن آئندہ ۲۴ نومبر کو بمبئی میں اپنا کھیل دکھائے گی۔ اور سنا ہے۔ کہ مس صاحبہ بمبئی میں صرف ۶ کھیل کرینگی۔ **میونسپلٹی الہ آباد** نے میونسپل حدود میں تمام کنوؤں پر تین روپے سالانہ ٹیکس لگانیکا فیصلہ کیا ہے۔

لاہور ۴ نومبر۔ ہزایکسیلنسی جرنیل سر اومور کریگھ بہادر کمانڈر انچیف ہند بتقریب دورہ آج لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ **امپیریل کونسل ہند کی طرز پر** ریاست بیکانیر میں جو نیابتی کونسل قائم کی گئی ہے۔ اس کا افتتاح خود مہاراجہ صاحب نے ۱۰ نومبر کو فرمایا۔ **دہلی کے** زنانہ طبی کالج وہسپتال کے نقشے مسٹر آئی بگ تیار کر رہے ہیں۔ **۱۸ و ۱۹ اکتوبر** کو فراز برہا میں سخت بارش سے نہر منڈالے کے ہیڈورکس کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ طوفان سابق سے بھی بارہ فیٹ اونچا تھا نہر کا پہلا ۴۰۰ فیٹ حصہ تمام وکمال خراب ہو گیا۔ آٹھ لاکھ روپیہ خرچ مرمت کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔

آنریبل مسٹر جسٹس شاہ دین جج چیفکورٹ پنجاب آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے آئندہ اجلاس آگرہ کے پریزیڈنٹ منتخب ہوئے ہیں۔ اجلاس مذکور ۲۶-۲۷-۲۸ کو ہو گا۔ **مہاراجہ صاحب** پٹیالہ کا بھٹنڈہ میں اونٹ سے گرنے سے کندھا اتر گیا۔ مگر جان کی خیر رہی۔ **زر تقاوی۔** تقاوی تقسیم کرنے کی غرض سے گورنمنٹ ہند نے گورنمنٹ ممالک متحدہ آگرہ واودھ کو ۴ لاکھ روپیہ عطا کیا ہے۔ **ہلاکت کے جرم میں جرمانہ** سب ڈویژنل آفیسر بارکپور نے مسٹر رابرٹ اوبرین انجینیر الگزینڈرا جوٹ مل کو ایک بنگالی رنگساز کو ٹھوکروں سے ہلاک کرنے کے جرم میں ڈیڑھ سو روپیہ جرمانہ کیا۔ جو متوفی کی بیوہ کو دلایا گیا۔ **ہز ہائینس** سر آغا خاں بہادر پرنس آرتھر آف کناٹ کی شادی میں خاص طور پر مدعو کئے گئے تھے اور آپنے شہزادہ ممدوح کو ایک مرصع بجواہر سامان سگرٹ کشی بطور تحفہ دیا تھا۔ **۵ نومبر کی** صبح کو ڈاکوؤں کے ایک جتھے نے تین جگہ پور دہوڑہ میں ڈاکے ڈالے۔ **نواب محمد اسحاق خاں صاحب** کے مستعفی ہونے کی خبر غلط شائع کی ہے۔ نواب صاحب بدستور کام کر رہے ہیں۔ **ہز ہائینس** سر آغا خاں کے ۲۸ نومبر کو بمبئی پہنچنے کی توقع کی جاتی ہے۔ **لیڈی مسٹن** کی صحت بہت کچھ بحال ہو گئی ہے۔ اور وہ اپنے شوہر سر جیمز مسٹن کے ساتھ ہندوستان واپس آ رہی ہیں۔ **برہما کے** ضلع کتھا میں دریائے کاجونگ کی طغیانی سے شب کو بہت سے دیہات بہ گئے۔ ایسا طوفان کبھی معمر ترین باشندے کے دیکھنے میں بھی نہیں آیا۔ **ہز آنر کا دورہ۔** ۴ نومبر کو امرتسر آتے ہوئے ایک گھنٹہ دھاریوال ٹھہر کر اونی پارچات کے کارخانہ (ایجرٹن مل) کا معائنہ کیا۔ ڈیڑھ بجے دوپہر امرتسر پہونچے۔ دربار صاحب گئے۔ ہر مندر واکال بنگہ کے دیکھنے میں ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ پانچسو روپیہ دربار صاحب کو نذر کیا۔ ۵ نومبر کو میونسپلٹی کا ایڈریس [illegible] کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان - بروز بدھ - مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء

اے احمدی جماعت تجھے مبارک ہو

میں جب کبھی انبیاء کی ضرورت پر غور کرتا ہوں۔ تو ہمیشہ اور ضرورتوں میں سے ایک بہت بڑی ضرورت مجھے یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ انبیا کا کام علماء کبھی نہیں کر سکتے۔ علماء کی ذات سے بجائے اتفاق کے اختلاف ہی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا خاص ہی فضل ہو تو وہ ایک جماعت پر اثر ڈال ہیں۔ اور جس جماعت پر ان کا اثر ہو بھی جائے۔ وہ بھی ان کی ایسی منقاد و مطیع نہیں ہوتی۔ کہ ان کی ہر ایک بات کو بلا حیل و حجت کے مان لے۔ بلکہ ہر ایک دعویٰ پر برہان و سلطان کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ مولوی صاحب آپ جو کچھ فرماتے ہیں یہ عقل و نقل کے مطابق و موافق بھی ہے یا نہیں۔ اس کے برخلاف انبیاء اپنے وجود کو لوگوں کے سامنے آیت من آیات اللہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم ہر وقت خدا کی طرف سے ایسی مدد و نصرت پاتے ہیں کہ ہماری آراء کو وہ دنیا کی تمام تجاویز پر غالب کرتا ہے۔ اور ہم جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ اسکے حکم اور منشاء کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور جو شخص ہمارے مقابلہ کے لئے اٹھے وہ ہلاک تباہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم نہیں بولتے۔ مگر وہی جو خدا بلائے اور نہیں کہتے۔ مگر وہی جو خدا منہ سے نکلوائے اس لئے جو کوئی ہمارے کلام کے مقابلہ میں اپنا کلام پیش کرتا ہے۔ اور ہمارے کام کے مقابلہ میں اپنا کام رکھتا ہے خدا کی درگاہ سے دور اور شیطان کی ڈیوڑھی سے قریب ہے۔ اور وہ اور اس کے کام کبھی سرسبز اور شاداب نہیں ہو سکتے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت شریفہ میں کہ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کے بھیجنے میں ہماری یہ غرض تھی۔ کہ لوگ ہمارے حکم سے اس کی اطاعت کریں۔ پس نبی کی آمد اور بعثت کی ایک بڑی غرض یہ بھی ہے۔ کہ تازہ فساد اور اختلاف جو ملکوں اور قوموں میں پڑا ہوا ہوتا ہے اور جسے مجرد عقل اپنی تدابیر سے دور نہیں کر سکتی۔ دور کیا جائے۔ اور لوگ جو ہزاروں گناہوں اور غلطیوں میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جنکی اندرونی بیماریوں اور شکوک کا علاج اگر علماء اپنے علم سے کرنے لگیں۔ تو ایک ایک بیماری کے علاج پر برسوں گذر جائیں۔ اور بیشتر اس کے کہ کل بیماریوں کے ہزارویں حصہ کا بھی علاج ہو۔ اس زمانہ کے لوگوں کی عمریں ہی ختم ہو جائیں اور وہ غلطی اور جہالت میں ہی اس دنیا سے گذر جائیں۔ ان کو نبی کے ذریعہ جسکا وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سند صداقت ہوتا ہے۔ باہم متحد و متفق کیا جائے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جب فتنہ عام ہو جاتا ہے۔ اور روحانی بیماریاں اپنی حدود سے باہر نکل آتی ہیں۔ تو اسوقت ان کے رفع کرنے کے لئے اور ان کے کپڑوں کو انسانی خون سے دور کرنے کے لئے ہمیشہ انبیاء ہی مبعوث کئے جاتے ہیں۔ اور جب فتنہ محدود اور مسدود ہوتا ہے۔ تو اس کے دور کرنے کے لئے علماء کی ہی جماعت کو کافی خیال کیا جاتا ہے کیونکہ تھوڑے سے فتنہ کا علاج دلائل عقلیہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ ہاں جب حد سے بڑھ جائے۔ تو مجرد عقل اس کا قلع قمع نہیں کر سکتی۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ کہ جیسے ایک۔ انسان کو اگر ایک دو بیماریاں ہوں تو ان بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اور طبیب فرداً فرداً ان سب بیماریوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ لیکن اگر ایک انسان میں ہزاروں قسم کی بیماریاں گھر کر جائیں۔ اور سینکڑوں امراض اسے لاحق ہو جائیں۔ تو ان کا علاج فرداً فرداً مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اول تو ایک ہی دفعہ ان کی طرف توجہ کرنی محال ہو جاتی ہے اور اگر باری باری علاج کیا جائے تو مریض اس جہان سے چل بستا ہے۔ دوسرے بعض امراض دوسروں کے اضداد ہوتے ہیں اور ایک کے علاج سے دوسرے کے ترقی پذیر ہو جانے کا خطرہ اور دوسرے کے دفعیہ کی تدابیر کرنے سے تیسرے کے بڑھ جانیکا خوف اور تیسرے کے معالجے سے چوتھے کے زور پکڑ نیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ پس ایسے اوقات میں دانا طبیب عام جسمانی کمزوریوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور جان لیتا ہے۔ کہ اب سوائے اس تدبیر کے کہ اس کے جسم کو قوت پہنچائی جائے اور کوئی سبیل نہیں۔ اور بجائے مختلف بیماریوں کی طرف توجہ کرنے کے ضعف اعضاء کا چارہ کار کیا جائے۔ تو اس مریض کے بچنے کی امید ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ غرضکہ روحانی بیماریوں کا بھی یہی حال ہے۔ جبتک کہ وہ ایک ایک دو دو کی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ تو علماء ان کے جوش کو روکنے کی تدبیر عقل سے کرتے ہیں۔ اور دلائل سے ان کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہر مرض کا الگ الگ علاج کیا جائے۔ لیکن جب وساوس کا زور ہو جاتا ہے۔ اور دین کے ہر مسئلہ اور ایمان کے ہر شعبہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ تو اب ہر بیماری کا علاج الگ الگ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور کسی ایسی دوا یا غذا کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ کہ جو سارے جسم کو یکساں قوت بہم پہنچائے تا سب امراض آپ ہی آپ جسم سے خارج ہونے شروع ہو جائیں۔ اور یہ دوا یا غذا انبیاء اور ماموریں کا وجود ہوتا ہے جو اکر نشانات آسمانی سے اپنے آپکو منواتے ہیں اور جب لوگ ان کو مان لیتے ہیں۔ تو پھر جو کچھ وہ بتائیں۔ اسے بھی بلا چون وچرا مان لیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہو جاتا ہے۔ کہ ان کی ہر ایک بات خدا کی طرف سے ہے۔ اور ان کے ہر ایک قول اور فعل کی خود اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے۔

انبیاء کے بعد جب تک انکا اثر قائم رہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک جماعت خلفاء کی ہوتی رہتی ہے۔ جو ان کی قائم مقام ہو کر ہر ایک قسم کے اختلافوں سے جماعت کو بچاتی رہتی ہے۔ اور جب اختلاف ہو۔ اسوقت کے نبی کی امت کو اس کے نبی کے مقرر کردہ مرکز پر کھیر کر لا کھڑا کرتی ہے۔ اور یہ طریق بھی جب تک جاری رہتا ہے۔ لوگ ان فیوض سے متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ جنکا نزول انبیاء کے زمانہ میں خاص طور سے لوگوں کے دلوں کو ڈھارس دیتا رہتا ہے۔ اور خلفاء کے زمانہ میں بھی انکا فرمانبردار گروہ ان مہلک اختلافات سے بچا رہتا ہے جنکے وجود سے قوموں کی تباہی اور ہلاکت کا آغاز و ابتداء ہوتا ہے۔ اور جنکے ظاہر ہونے پر بڑے بڑے مضبوط جتھوں والی حکومتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ اور سر بفلک شہر پناہوں والے دار الخلافہ ہمسایہ اقوام کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے گرد و غبار ہو کر صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں پر بھی خاتم الانبیاء والاولیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد زمانی کے باعث یہی زمانہ آگیا ہے۔ اور یا تو وہ لوگوں کے معالج تھے۔ یا خود بیمار ہو کر صاحب فراش ہو رہے ہیں۔ علماء و فضلاء خود بیمار ہیں۔ اور اگر کچھ کوشش بھی کرتے ہیں۔ تو چونکہ مختلف اقسام کی بیماریاں انہیں لاحق ہو رہی ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مخالف ہیں اس لئے اگر کسی مرض کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ تو کوئی اور مرض زور پکڑ جاتا ہے۔ اور اگر پہلی مرض سے حالت غشی تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ تو نئی آفت حالت نزع پیدا کر دیتی ہے۔ کہ ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا۔ کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ کوئی تدبیر مثمر نہیں ہوتی۔ جو دوا کرنے اٹھتا ہے۔ وہ کچھ کے دے دیکر اور گھائل کر دیتا ہے۔ اور جو تیمار داری کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ وہ رہی سہی قوت بھی توڑ دیتا ہے سب مریض ہیں اور سب کو طبیب ہونیکا دعوے ہے۔ اگر کسی کو علاج کی کوئی بری بھلی تدبیر سوجھتی بھی ہے۔ تو دوسرے جھٹ اس کے سر ہو کر کان پکڑ کر باہر نکال دیتے ہیں۔ اور خود عمل جراحی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اس نقص کا نتیجہ جو کچھ نکل سکتا ہے۔ وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ پچھلے دنوں پے درپے ایسا مصائب کا سامنا ہوا ہے۔ کہ مسلمانوں کے آنکھ ہوئے اوسان بھی جاتے رہے ہیں۔ اور اسکی بگڑی تیرے ہاتھ اور تیری بگڑی اس کے ہاتھ کا نظارہ نظر آرہا ہے۔ کانپور کی مسجد کا قتل ہوا ہم نے جو رائے مناسب سمجھی اس سے آگاہ کر دیا۔ جب یہ وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا کہ الامان بعض کا شور و غل نے یہ تدبیر کی کہ ولایت جاکر ایک ڈپوٹیشن وزیر ہند کی خدمت میں پیش ہو۔ اور موجودہ فسادات کا کچھ علاج کیا جائے۔ اگر کوئی عملی کام ہوتا۔ تو خوشی کی بات تھی تار خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسٹر وزیر حسن صاحب اور مسٹر محمد علی صاحب نے جو اس غرض کیلئے گئے تھے۔ کوئی کام کیا ہے۔ تو یہ کہ سید امیر علی صاحب جج کو مجبور کیا کہ انکی عزت افزائی کے طور پر ایک جو دعوت ہے انہوں نے ایسی دعوت میں اپنی کسی اغراض کی بنا پر حصہ لینے سے انکار کیا اس مسٹر وزیر حسن صاحب نے انہیں خط لکھا۔ کہ چونکہ آپ قومی خادم ہو کر ان کاموں میں نہیں مدد دیتے اسلئے میں دلایت جاکر آپکے اس طریق عمل سے ہندوستانی مسلمانوں

الاخبار و الآراء

توہمات

توہمات اور مشرکانہ خیالات کم و بیش تمام قوموں میں پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے کوئی تعجب کی بات تو نہیں۔ مگر افسوس ضرور آتا ہے۔ کہ جس قوم کے پاس قرآن کریم ایسی روشن ہدایت موجود ہو۔ وہ بھی ہندوستان کے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے پرستاروں کی طرح توہمات میں مبتلا ہو جنکا یہ حال تہا کہ جب کوئی عجوبہ یا ڈراؤنی شئے دیکھی۔ تو اس کی پرستش کرنے لگے۔ امرتسر کے پاس ایک گاؤں گمٹالہ ہے۔ وہاں کسی کنوئیں کی نسبت مشہور ہو گیا کہ اس کا پانی دافع الامراض ہے۔ بس دور دور سے لوگ آ رہے ہیں۔ اور ٹینوں و کنستروں میں پانی بھر بھر کرلے جا رہے ہیں۔ نہ معلوم اس کنوئیں کی کونسی کرامت ہے۔ اور "فاقام وجہت فہم یشفین" کو مسلمان کیوں بھول گئے۔ اور کیوں نہیں سمجھتے۔ کہ نفع و ضرر کا مالک تو اللہ ہے۔ "وبیدہ ملکوت کل شئی"۔ اگر اس کنوئیں کی اینٹوں پر کسی قسم کے نشان ہیں۔ (لا لا لا) دمسہ (دسمہ) تو ان پر کلمہ لکھا ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اگر بالغرض ہو بھی۔ تو ایک مسلم کو کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ اپنے حی وقیوم فریاد رس مولا کو چھوڑ کر اینٹوں اور پتھروں پر گرے۔ وہ کیوں اس روشن کتاب پر عمل نہیں کرتے جسمیں یہ کلمہ بھی ہے۔

مسلم لیگ کے اراکین میں پھوٹ

مسٹر محمد علی کامریڈ و مسٹر وزیر حسن ولائیت گئے ہیں۔ وہاں آپ نے چاہا تہا۔ کہ ہمیں ایک ڈنر دیا جائے۔ جسے قبول کر لیا گیا۔ مگر مسٹر امیر علی چونکہ اعلیٰ سوسائٹی میں مود کرتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ مبادا جوش میں انتہا پسند مقرر کوئی ناگفتنی بات نہ کہ جائیں۔ اور کانپور کے واقعہ پر لاف زنی نہ ہو۔ اس میں خود شامل ہونے سے انکار کیا۔ اور سر آغا خاں نے ان کی عدم شرکت کو قرین دانشمندی سمجھا۔ اس پر مسٹر وزیر حسن سکریٹری مسلم لیگ لکھنؤ نے انہیں ایک گرما گرم چٹھی لکھی۔ جس میں یہ فقرے بھی لکھ دئے۔

"تمہارے لئے صرف دو راستے کھلے ہیں۔ ایک کمزور آدمی کا طریقہ۔ کہ نیچے گر جاؤ۔ اور قوم کو فروخت کردو۔ جیسا کہ بہت سے اشخاص پہلے کر چکے ہیں۔ یا مضبوط آدمی کا راستہ کہ صرف قومی مقصد کی فلاح کے لئے کام کرو"۔

مسٹر امیر علی بھی ضبط نہیں کر سکے۔ اور انہوں نے پھر صاف صاف لکھ دیا۔ کہ جب تک میرا لنڈن لیگ سے تعلق ہے۔ میں کسی بیرونی مشورہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ لنڈن لیگ آل انڈیا مسلم لیگ لکھنؤ کے ماتحت نہیں ہے۔ دوم ہمیں ۸۰۰ پونڈ سالانہ دینے چاہئیں۔ سوم۔ لنڈن لیگ گورنمنٹ کے ساتھ اتفاق رکھ کر کام نہیں کرنا چاہتی۔ مسٹر وزیر حسن نے بعد میں لکھا۔ کہ میرا ارادہ کسی توہین کا نہ تہا۔ اور مسلم لیگ کی پالیسی کا تعین ہندوستان کے سوا کہیں اور نہیں ہو سکتا۔ اور ہتیاروپیہ ہماری لیگ کو ملیگا۔ اسی تناسب سے دیا جا سکیگا۔ مگر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اور مسٹر امیر علی نے استعفا دیدیا۔ اور سر آغا خاں نے بھی مرکزی لیگ کی صدارت سے مستعفی ہونے کا ناقابل تنسیخ ارادہ ظاہر کیا۔ مان بدستور رہیں گے۔ اب فریقین کے مقلدوں میں لے دے ہو رہی ہے۔ اور جنگ بلقان و قضیۂ کانپور سے فراغت کے بعد یہ مشغلہ ہاتھ آ گیا ہے۔ ورنہ شورش پسند طبائع متاسف تھیں۔ کہ اب اخبار بینی و اخبار نویسی کا مزا جاتا رہیگا۔

ہم اس اختلاف پر کوئی رائے نہیں دینا چاہتے۔ بنا و الفاسد علی الفاسد ہاں یہ ضرور کہیں گے۔ کہ روحانیت اور للہیت میں ایسے اختلاف اول تو پیش نہیں آتے۔ اگر آئیں تو ان کا بہت جلد بہتر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ عہدوں اور شہرت کی ہوس ترقی کار سے مانع ہے۔

بقر عید

اخبار عام کشمیری کی جہاڑ سے کچھ ایسا حواس باختہ ہو گیا ہے کہ اپنے پشتینی القاب کو بھلا کر اہل اسلام کے مسائل میں بحیثیت مفتی فیصلہ کرنے آیا ہے۔ اور آپ کو عالم لغات عربیہ ہونے کا بھی ادعا ہے۔ فرماتے ہیں۔ یہ لفظ بکرید ہے۔ یعنی بکرا عید۔ اس لئے بکرے ذبح ہونے چاہئیں۔ پنڈت صاحب مہربانی فرما کر ہمیں معاف رکھیں جس دلیل سے وہ الحکم کو ہندو و مسلم کے معاملہ میں رائے دینے سے منع کرتے ہیں اسی دلیل سے وہ خود ساکت ہو جائیں۔ اور آئندہ اپنے قدح کی خیر منائیں۔ یا اخبار کشمیری سے معاملات کشمیر طے کریں۔ مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ وہ اپنے مذہبی معاملات میں کسی بیرونی مشورہ کے محتاج نہیں۔ ان کے ہاتھ میں جو کتاب ہے وہ کامل و اکمل ہے۔

باعقوبت دوزخ برابر است

ہم نے پچھلے ہفتے اپنے لیڈر میں بتایا تہا کہ گائے کی قربانی ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنے اور عامۃ الناس سے بچھڑے کی پرستش چھڑانے کے لئے کی جاتی ہے۔ کسی کی دل آزاری ہرگز ہرگز مقصود نہیں۔ کسی دنیاوی یا سیاسی معاملہ کی بناء پر ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ البتہ اگر دوسرا فریق اس کے مقابلہ میں کچھ دینی قربانی کرے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے۔ تو پھر ہم چھوڑ دیں گے

اس حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے بعض مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملائی ہے۔ اور وہ صرف اک نگاہ لطف ہو جانے پر اپنا دین و ایمان چھوڑ دینے کو تیار ہیں۔ ایک اور فریق ہے۔ جو کچھ غیرت اسلامی رکھتا ہے اس نے گاؤکشی کو اقتصادی مسئلہ بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر بکرے سستے ہو جائیں۔ تو ہم گائے کی قربانی نہ دیں۔ ہمارے خیال میں یہ اصولی غلطی ہے۔ اگر مسلمان گائے کی قربانی کو اقتصادی مسئلہ بنائیں گے۔ تو اپنے ایک دیرینہ حق کو باطل کر دیں گے۔ اور اس مقصد اولےٰ و اعلیٰ کو مٹا دیں گے۔ جس میں "توحید" مضمر ہے۔ اگر مسلمان ہندوؤں کی اعانت سے قربانیاں کریں گے۔ تو یہ شعر حسب حال ہوگا ؎

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است

رفتن بپایہ مردی ہمسایہ در بہشت

کیا ترقی ترک اسلام میں ہے؟

مسلمانوں نے کتاب و سنت کی پیروی سے ترقی کی۔ جب اسے چھوڑا۔ تو تنزل ہوا۔ اب ترقی چاہتے ہیں۔ تو احکام دینی پر کاربند ہوں۔

مگر ہمارے بھائی اپنی ترقی اسی میں دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام کے شعائر کو چھوڑ دیا جائے۔ طرابلس کی جنگ میں فتح پانے کی تجویز سوچی گئی۔ کہ اس دفعہ قربانی نہ ہو۔ اور اس کا روپیہ طرابلس فنڈ میں بھیجدیا جائے۔ پھر عید الفطر کے موقعہ پر ہمارے لیڈران نخانہ ساز جو اپنی پوزیشن "علماء کرام و مفتیان عظام" کی سمجھتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیا۔ کہ ادرنہ کے ماتم میں عید نہ کی جائے۔ مگر جب میلاد النبی کا موقعہ آیا۔ تو بڑے جوش و خروش سے عید منانے کا فتویٰ دیا گیا۔ جسکا آثار میں کوئی ثبوت نہیں تاکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی پوری تقلید ہو جائے۔

اسی طرح اب گائے کی قربانی کے متعلق لنڈن سے تار آیا ہے۔ کہ مسلمانان ہند امسال اپنے غیر مشتبہ حق (گائے کی قربانی) کو استعمال کرنے سے درگذر کریں۔ اور اس دینی مسئلہ کے بارے میں علماء کرام راجہ صاحب محمود آباد و مسٹر مظہر الحق سے مشورہ کیا جائے۔

ہندو کہاں تک صلح چاہتے ہیں

مسٹر مظہر الحق چند ہندوؤں کا وفد لے کر اجودھیا جانے والے تہے۔ تاکہ "انسداد گاؤکشی کے متعلق" جد و جہد کر کے ثواب حاصل کیا جائے۔ مگر عین وقت پر ہندوؤں نے انکار کر دیا۔ اور اپنی غیرت و وقار کا ثبوت دیا۔ اور مسلمانوں کی ڈبل غلطی پر مہر لگا دی۔

حقوق طلب عورتوں کی شورہ پشتی

یوروپ نے جو بیج آزادی نسواں کا خلاف ہدایات دین فطرۃ بویا تہا۔ وہ ایک شجرۃ الزقوم کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کے پھل اب خواہ مخواہ ان لوگوں کو کہانے پڑیں گے۔

یہ باتیں دراصل طرفین کی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔ بعض جائز حقوق نہ دینا تفریط ہے۔ اور ایسے حقوق کا مطالبہ جو نسوان کے مناسب حال نہیں افراط ہے۔

فی الحال وہ مساوات سیاسی یعنی پارلیمنٹ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ میں عورتوں کی نامزدگی و انتخاب اور اپنے مال و جائداد میں اپنی زندگی کی جس روش کے لئے جس قسم کا تصرف چاہیں۔ کر سکنے اور اپنی ترقی و ارتقاء کے لئے مختلف دماغی راستے تلاش کرنے کا حق رکھنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اور ان مطالبات کے حصول کے لئے وہ نہایت بیجا اختیار کیا

گری ہیں۔ چنانچہ حال میں انہوں نے وزیراعظم مسٹر اسکوئتھ بالقا کو جب کہ وہ سر ہنری کیمبل بینر مین کے مجسمہ کا افتتاح کرنے کے لئے بذریعہ موٹر مقام سٹرلنگ کو جارہے تھے۔ موضع بیمین کی کمین گاہ سے نکل کر چابکوں سے مارنے کی کوشش کی۔ اور موٹر پر مرچیں پھینکیں۔ ایک پولیس مین نے آکر چھڑایا۔ یہ حرکت بہت ناشائستہ ہے۔ جب تک قرآن کریم کی اس آئت پر ایمان نہ لایا جائیگا۔ الرجال قوامون علی النساء اور للرجال علیھن درجۃ۔ ان مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا ٭

بھامٹا قوم کے چور

یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ تعلیم آج کل کی تعلیم اور تہذیب کسی بد فطرت کو جرائم کے ارتکاب سے روکنے کے لئے کافی نہیں۔ جرائم چھڑانے کے لئے خشیۃ اللہ اور تقویٰ اور دینی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اگر مطلق زبان دانی اس سے بچا سکتی ہے۔ تو بھامٹا جماعت کبھی جرائم پیشہ نہ ہوتی۔ جو بڑے ہوشیار ہیں۔ اور انگریزی۔ مرہٹی۔ بنگالی تمام زبانیں بے تکلف بولتے ہیں۔ اور کلکتہ۔ بوگرہ۔ سیالدہ۔ ناگپور۔ بمبئی۔ پونا میں گھر بنا کر رہتے ہیں۔ اور اپنی چوری کا باقاعدہ نظام رکھتے ہیں۔ ½ حصہ اپنے سرغنوں کو دیتے ہیں۔ ان کے اجلاس جنگلوں میں ہوتے ہیں۔ اور ان کی کیفیت باضابطہ قلمبند کی جاتی ہے۔ عورتیں بھی ان کو بہت مدد دیتی ہیں۔

بھامٹا چوروں کا کمال

اگرچہ یہ کمال تو نہیں۔ بلکہ انتہائی درجے کا زوال ہے۔ لیکن زبان کے محاورہ کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ جیسے اس ہفتہ کے مراسلات میں ہمارے ایک دوست کو چار یاری کا محاورہ استعمال کرنا پڑا ہے۔ حالانکہ یہ شیعوں کی کارستانی ہے۔ کہ زبان میں ایسے الفاظ شامل کر دیئے ۔

بھامٹا قوم کے ۹۵ ملزموں پر مقدمہ قائم ہے۔ سپیشل جج نے شہر یوم اس مقدمہ کی سماعت کی۔ چار سو گواہ گزرے۔ اور مسل کے کاغذات ایک ہزار ہیں ٭

بیس برس میں ان ملزموں نے پچاس لاکھ روپے کے زیورات و جواہرات چرائے۔ دو ملزموں میں سے ایک ملزم نے اپنے سرقہ کی چوری سے تین منٹ کے اندر فولاد کا مقفل ٹرنک کھول کر دکھا دیا۔ اور دوسرے ملزم نے پتھر کی دیوار میں پانچ منٹ کے اندر نقب لگا کر دکھا دی۔ اور دو منٹ سے کم عرصہ میں اندر جا کر باہر نکلنے کا حیرت انگیز سین دکھلایا

مجرموں کو سزا

تمام مجرموں کو سپیشل جج نے ۵ سال سے دس سال تک قید بامشقت کی سزا دی۔ ایک سرغنہ کو دس سال اور ہزار روپیہ جرمانہ۔

مجرموں اور ان کے رشتہ داروں نے رونا چلانا شروع کیا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ عدالت نے گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے۔ کہ اس گروہ کو کسی قطعۂ ملک میں آباد کرنے کی تجاویز پر غور کرنے کا موقع دیا جائے۔

جہالت تیرا ستیاناس

ایک بیوقوف ہندو کو کسی نے کہا۔ جب تک کسی مردہ لاش پر بیٹھ کر سادھن نہ کرو گے۔ گوہر مقصود حاصل نہ ہوگا۔ اور لاش تو کوئی ملی نہیں اپنی بیوی سے کہا۔ میں تمہیں ذبح کر کے سادھن کروں گا۔ پھر تمہیں زندہ کر دونگا۔ بیوی نے مان لیا۔ اس نے جھٹ استرا چلایا اور اسے مار ڈالا۔ کالی کی بجائے کالی وردی آگئی۔ ملزم بھاگ گیا تلاش جاری ہے۔ اگر اس قوم کے ہاتھ میں کوئی روشن کتاب ہو۔ تو کیوں ایسے توہمات میں پھنسے۔ جس سے خانہ بربادی کے علاوہ جان بھی جائے۔

انسانی منصوبہ ناکام رہا

مسز اینی بیسنٹ ایک لڑکے کو ولائت میں تعلیم دلا رہی تھیں۔ اور لوگوں کو یہ امید دلائی۔ کہ یہ کرشن مسیح اور اقوام کا نجات دہندہ بننے والا ہے۔ مگر لڑکے کے باپ نے استغاثہ دائر کیا مسز اینی بیسنٹ نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر فاضل جج ہائیکورٹ نے اپیل خارج کی۔ اور چھ ہفتوں کے اندر اندر لڑکے کو واپس حوالہ کر دینے کا حکم نافذ کیا۔

کرشن مسیح تو خدا کے بنائے ہی بن سکتا ہے۔ یوسف (علیہ السلام) ایک بچہ تھا۔ بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال کر اپنی طرف سے مار دیا پھر وہ غلام بنے۔ مگر آخر خدا تعالیٰ نے انہیں اس مقام پر پہونچایا۔ جس کی قبل از وقت خواب میں خبر دی گئی تھی۔ اور اس کی جان کے دشمن بھائی اس بات پر مجبور ہوئے۔ کہ اس کے آگے اظہار عجز اور اعتراف ذنوب کریں ٭

انگریزی حکومت ایک رحمت ہے۔

ہندوستان سے باہر جا کر بہت سے لوگوں کو بے اختیار اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ ہمارے حق میں ایک رحمت ہے چنانچہ ایک افسر پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ بلقان سے لکھتے ہیں۔ کہ

"روس مسلمانوں کی تعلیم کی سخت روک تھام کرتا ہے۔ اور ان سے مذہب فراموش کرا کے بالآخر انہیں رومن کیتھولک گروہ میں لانا چاہتا ہے۔ اسی طرح دیگر مثالیں موجود ہیں کہ دیگر اسلامی ممالک میں جو سوائے انگریزوں کے دوسری یوروپین قوموں کے زیر اثر ہیں۔ ایسا اچھا سلوک نہیں ہوتا جیسا انگریزوں کی زیر اثر مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے مسلمانان ہند کو حکومت انگریزی کو غیر مترقبہ نعمت سمجھ کر اس کے زیر سایہ اپنی حالت درست کرنی چاہیئے۔

جو لوگ ہندوستان میں انگریزوں پر نکتہ چینی کرنے کے عادی ہیں۔ انہیں ہندوستان کے باہر کا حال معلوم نہیں۔ ایسے لوگوں کو کچھ عرصے کے لئے یوروپ اور یوروپ کے ماتحت مقبوضات میں بھیج دینا چاہئے۔ تاکہ وہ انگریزوں کے علاوہ دوسری یوروپین قوموں اور ممالک ماتحت کا حال دیکھ لیں"۔

ہم تو ہندوستان میں بیٹھے اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ اگر ہندوستان سے باہر جا کر کوئی اس بات کو سمجھتا ہے۔ تو یہ بھی غنیمت ہے۔

ایسے حاکم ہوں تو پھر کیوں زوال آئے

حاجی عادل بے گورنر جنرل اڈریانوپل ترکی عربی فرانسیسی انگریزی زبانوں کے عالم ہیں ایک سیاح لکھتا ہے۔ دن کے وقت پورے جنٹلمین اور رات کو تہجد خوان۔ کام کا یہ حال کہ صبح سے شام تک مہمات ملکی کے انصرام میں مصروف اور بالعالی کے ساتھ ٹیلیفون میں رسل رسائل ہوتے ہیں ماتحتوں سے نہائت عمدہ سلوک اور پھر مذہب سے بھی آگاہی۔ اور اس کا احترام بھی مد نظر چنانچہ سیاح موصوف نے اثنا گفتگو میں کہا۔ علماء قدیم تو فلسفہ کو فلسفہ سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ علماء حال نے اسے جزو دین بنا لیا۔ جو نہ مانے اسے کافر کہتے ہیں۔ اگر ترک مذہب کو مضبوط پکڑ لیں۔ تو انشاء اللہ ان کی نیچ ہی فتح ہے۔

اسلامی حکومت کی خوبیوں کا اعتراف

اڈریانوپل میں یہودیوں سے پوچھو کس کی حکومت تمہیں پسند ہے۔ تو وہ کہیں گے اور کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی۔ وہ بلغاریوں کو وحشی سمجھتے ہیں۔ اور وحشی کیوں نہ کہیں۔ جب کہ انہوں نے شہر اڈریانوپل کی پشت پر ۶۰ ہزار بے گناہ ترکی رعایا کو محصور رکھا۔ سات ہزار نے سسک سسک کر جان دیدی۔ اور وہ درختوں کی چھال کھانے پر مجبور ہوئے۔ ایک میجر کی تصویر اب تک موجود ہے۔ جسے بلغاریوں نے یوں عذاب دیا۔ کہ ماتھے سے لیکر ٹھوڈی تک تمام چہرہ علیحدہ کر کے ہڈیوں کا ڈھانچہ ننگا دکھایا۔ کیا یہ لوگ مسلمانوں کو ظالم اور بذریعہ شمشیر اسلام پھیلانے والا کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ خفیہ دفعہ میں انہوں نے ترکوں سے اقرار کیا۔ کہ جنکو بالجبر عیسائی بنایا گیا ہے۔ ان کو واپس کر دیا جائے گا۔

یہ امیر کابل نے غلطی کی

امیر کابل نے یہ تو اچھا کیا۔ کہ شادی غمی کے لایعنی و بیہودہ اخراجات کو قانوناً و حکماً کم کر دیا۔ اور متوسط درجے کے لوگوں کے لئے (جو اظہار مفاخرت کے لئے بعض اوقات لاکھوں روپے اور سینکڑوں گھماؤں زمین غلام۔ جواہرات۔ سونا چاندی۔ مہر مقرر کر دیتے تھے) ایک سو سے پانچسو روپے تک مہر مقرر کر دیا۔ مگر ہم یہ نہیں پسند کرتے۔ کہ انہوں نے اپنی ہمشیرہ کا

جنا کیس روپے کا بل رکہا۔ تو کوئی اچھا کام کیا۔ کیونکہ اس سے مہر کی اصل غرض جو عورت کا وقار اس قوم میں قائم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ باطل ہو گئی۔ میر صاحب کو اپنی مجلس میں ایسے علماء رکہنے چاہئیں۔ جو احکام اسلام اور اس کی فلاسفیوں سے خوب آگاہ ہوں۔ اور اپنے اندر خشیۃ وتقوٰی رکھتے ہوں۔ اگر یہ بات ہوتی۔ تو کابل میں ہمارے دو فاضل بھائی رجم نہ کئے جاتے۔

خوب جواب دیا۔

امریکہ کی پریزیڈنٹی کے امیدوار کو ایک شخص نے طعنہ کہا۔ تمہارے نام کا ایک لڑکا جوتے گانٹھا کرتا تہا۔ اور بوٹوں پر پالش بھی کر دیتا تہا۔ کیا اس سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔ اس نے نہائت آہستگی و ملائمت سے جواب دیا۔ صاحب میں ہی وہ لڑکا ہوں۔ جیسے اس حالت میں اپنا کام نہائت ایمانداری سے کرتا تہا۔ ایسا ہی اس عہدہ پر فائز ہو کر اپنا فرض منصبی نہائت دیانت۔ امانت ومحنت سے بجالاؤں گا۔ ترقی کرنے والی قوموں کے افراد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں جب سے جھوٹی مشیخت اور کبریائی وفضولی آگئی ہے۔ تنزل کرتے جاتے ہیں۔

فساد قندھار

۶۷۰ اشخاص نے اپنے دستخطوں سے ایک درخواست دربار کابل میں بھیجی ہے۔ کہ ۱۹ ماہ شوال کو کئی جاہل دیہاتی خرقہ مبارکہ کی تقریب پر جمع تھے۔ کہ کوتوال و ملازمان کوتوال سے ان کی تکرار ہو گئی نائب الحکومت قندھار نے قاضی ومفتی کو بھیجا۔ کہ وہ ان زنان رقاصہ ومغنیہ کو خرقہ مبارک سے باہر نکال دیں۔ اس پر بات بڑھ گئی۔ اور قاضی۔ ان کا بیٹا۔ رسالہ کا ایک دفعدار مقتول ہوئے۔ ان جاہل سے بھی کئی مقتول ہوئے۔ کافی سزا ان کو مل گئی۔ آپ معاف فرمائیں تحقیقات ہو رہی ہے۔ اگر یہ بات بناوٹی نہیں۔ بلکہ سچ ہے۔ تو بھی قابل افسوس ضرور ہے۔

امریکہ ومکسیکو

امریکہ کے مغربی ساحل پر جنوب میں ایک ریاست ہے۔ جسکا نام مکسیکو ہے۔ وہاں کے پریزیڈنٹ کا نام ہورٹہ ہے۔ کچھ لوگ اس کے مخالف ہیں۔ وہ اور پریزیڈنٹ چاہتے ہیں۔ جنکی جنبہ داری ریاستہائے متحدہ امریکہ سے بھی ہو رہی ہے۔

موجودہ حالات یہ ہیں۔ کہ سات جنگی جہاز بحیرۂ مکسیکو میں موجود ہیں اور باغی انقلاب پسندوں (مخالفین ہورٹہ) کا قاصد واشنگٹن پہنچ چکا ہے۔ اور امریکہ نے مکسیکو کو تہدیدی یادداشت بھیجی ہے جو پریزیڈنٹ کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ مستعفی ہو جاؤ۔ اور ایسا اپنا قائمقام بھی منتخب نہ ہونے دو۔ جو تمہارے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو۔ ہورٹہ کے دوستوں کا مشورہ ہے۔ کہ اپنے عہدے کو نہ چھوڑے۔ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ شورش پسندوں کے لئے شورش پھیلانے کا موقعہ ہر جگہ میسر ہو جاتا ہے۔ مطلق العنان شاہی یا پارلیمنٹ دبادشاہ یا جمہوریت۔

تمام مسلمانان عالم کی مشترک زبان

چیف سیکرٹری انجمن ترقی وانحاد نے ایک ہندی سیاح سے اثناء گفتگو میں کہا۔ کہ مسلمان ہند ترکی زبان کیوں نہیں سیکھ لیتے۔ تاکہ تبادلہ خیالات میں آسانی ہو۔ انہیں برمحل وصحیح جواب دیا گیا۔ کہ مسلمانان عالم کی مشترکہ زبان عربی ہو سکتی ہے۔ اور یہی ہونی چاہئے۔ اور یہ سہل بھی ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کو خواندہ ہو یا ناخواندہ نماز وتلاوت قرآن میں عربی پڑہنی پڑتی ہے۔ اور کچھ فقرات عربی بھی جس سے عربی زبان کا سیکھنا اور رائج ہونا بہت آسان ہے۔

ترکی و یونان

تازہ برقی خبروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسٹریا واٹلی نے یونانی گورنمنٹ کو معاملہ حد بندی البانیہ طے کرنے کے بارے میں لکھا ہے۔ اور جرمنی نے ان کی تائید کی ہے۔ اور اسطرف یونان ترکی پر برہم ہے۔ حالانکہ یونان نے اتنے فوائد حاصل کئے ہیں۔ جتنے بلقان کی کسی اور ریاست نے حاصل نہیں کئے۔

اس قوالہ تک بحیرہ ایجین کے تمام ساحل اور جنینا تک تمام البانوی علاقہ پر قبضہ حاصل ہے۔ اور کریٹ مفت میں مل گیا ہے۔ ترکی اپنے مطالبات میں حق بجانب ہے۔ اور یونانی ہٹ اور بدعہدی سے بجا شکائت رکھتی ہے۔ مثلاً سالونیکا کو حوالہ کرتے وقت یونانی سپہ سالار اعظم کے ساتھ سرکاری طور پر معاہدہ ہوا تہا۔ کہ سالونیکا میں جسقدر اسلحہ وذخائر جنگ موجود ہیں۔ ان کو بعینہٖ یا ان کے معاوضہ میں دو لاکھ پونڈ دئے جائیں گے۔ مگر اب اس میں یونان کو پس وپیش ہے۔ اس معاہدہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ کامل پاشا نے سالونیکا مفت حوالہ نہیں کر دیا تہا ۶ نومبر کے تار میں وجوہ اختلاف یہ لکھے ہیں۔ (۱) جنگ سے پہلے فوج سے مفرورین کو سزا دینے کا حق ہے۔ (۲) جن ترکوں نے ترکی شہرت کے حقوق کو بحال رکھا ہے۔ وہ خارج نہ کئے جائیں۔ (۳) اوقاف وسرکاری اراضیات۔

سود کے نقصانات

بنکوں کے ٹوٹنے اور مختلف فرموں اور دکانوں اور کارخانوں کے دیوالہ کا سلسلہ ابھی تک چل رہا ہے۔ اور اس عالمگیر تباہی میں سود خواروں کو عبرت حاصل کرنے کیلئے کافی موقعہ ہے۔ ہائی کورٹ بمبئی نے کریڈٹ بنک اور بمبئی بینکنگ کارپوریشن دونوں کی نسبت بند کئے جانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اور کریڈٹ بنک کے متعلق فرگوسن کمپنی کی رپورٹ کی بنا پر سخت اعتراض کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ اگر اس رپورٹ کے نصف الزام بھی درست ہیں۔ تو گویا بنک لوگوں کو ٹھگنے کا باضابط ذریعہ تہا۔ اسی طرح پیپلز بنک کے لئے چیف کورٹ کا حکم ہے۔ کہ مختلف حصص ہند میں اس کے تمام دفاتر کو بذریعہ پولیس مقفل کرا دیا جائے۔ اور آفیشل لیکویڈیٹر مقرر ہو۔ اور امرتسر بنک کے لئے بھی عدالت نے یہی حکم دیا ہے۔ کاٹھیاواڑ بنک بھی بیٹھ گیا۔ اس بنک کا صدر مقام احمد آباد میں اور شاخیں علاوہ ہندوستان نیر دہلی تک تھیں۔ جٹیا کو بہ نے ۴ نومبر کو دیوالہ نکالا۔ ۲۹ ہزار روپیہ کا مقروض ہے۔

حج خانہ کعبہ

اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کی مقدس سرزمین کو اپنی ہستی کا ایک نشان بنایا ہے۔ دنیا میں بہت سے انقلاب آئے۔ مگر مسلمانوں کا مرکز اور قبلہ بدستور موجود اور اغیار کی حکومت ودستبرد سے محفوظ ہے۔ دنیا کے تمام علاقوں سے ہر طبقہ کے لوگ یہاں موجود ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی تسبیح وتحمید وتکبیر کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سال حاجیوں کو جہاز ملنے میں بہت دقت ہوئی چنانچہ آخری سٹیمر ۱۱۲۰ آدمی لیکر حج سے تین روز پیشتر جدہ پہنچیگا۔ تاہم کل تعداد پندرہ ہزار تین سو بیس ہے جو بمبئی سے سوار ہوئے۔

مصر کے حالات

جلال پور پیکناں کے گدی نشین سید حیدر شاہ صاحب ایک متوکل علی اللہ بزرگ تھے ان کے جانشین محمد فضل شاہ ایک روشن خیال معلوم ہوتے ہیں وہ بارادہ حج وزیارت مدینہ منورہ گئے ہیں۔ مصر سے لکھتے ہیں۔ کہ "مصر کی قابل رحم حالت دیکھ کر ہندوستانیوں کی وقعت میرے دل میں بڑھ گئی ہے۔ یہاں مصر میں شراب کو مسلمانوں نے شیر مادر سمجھ رکھا ہے۔ اور شام کے بعد نصف رات تک اتنی کثرت سے شراب خانے مسلمانوں سے بھرپور اور ہمارے نئے تہذیب یافتہ مخمور نظر آتے ہیں۔ ایک مصری نے کہا۔ مصری مسلمانوں کے نزدیک تو شراب حلال طیب ہے"۔

یہ سچ ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر۔ اور بحر کے معنی شہر کے ہیں۔ جب یہ حالت ہے۔ ایک مامور کیوں نہ آتا۔

ہتک کی کونسی بات ہے

آریہ گزٹ لکھتا ہے۔ کہ گئوکشی کے بند کرنے کے معاوضہ میں کلمہ پڑھنے کا مطالبہ ہتک آمیز ہے۔ کیا ہندو اب گئوؤں کے لئے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں۔ اور حضرت محمدؐ کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں کلمہ میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس میں آپکی ہتک ہو۔ اللہ ہی معبود حقیقی ہے ہر فہیم وسلیم القلب کا یہی مذہب ہونا چاہئے۔ اور محمدؐ کو اس نے خلقت کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ اسکے ماننے میں بھی کوئی قباحت نہیں شریک ٹھہرانیکا مطالبہ کوئی نہیں کرتا۔ ہاں اگر بجائے الگنی وایو اللہ ہی کو معبود حقیقی ماننے سے وید مانع ہوں۔ تو یہ

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ

الاسلام

کامل دعا

باوجود اس کے کہ بعض مذاہب قبولیت دعا کے قائل ہی نہیں۔ دعا کا طریق ہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔ اور چھوٹے بڑے سب مذہب دعا کی اہمیت کے مقر ہیں۔ گو بعض مذاہب دعا پر اس لئے زور دیتے ہیں۔ کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بہت سے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور بعض مذاہب صرف اس لئے کہ وہ دعا کو ایک عبادت سمجھتے ہیں۔ اور عبادت کے طور پر دعا مانگنا ضروری جانتے ہیں مجھے اسوقت اس بات پر بحث کرنیکی ضرورت نہیں۔ کہ ان دونوں طریق سے کونسا طریق سچا اور درست ہے۔ بلکہ میں اسوقت یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ باوجود مسئلہ دعا کے تمام مذاہب میں مشترک ہونیکے پھر بھی اسلام کو دیگر مذاہب پر فضیلت ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ بھی دعائیں کرتے ہیں اور مسلمان بھی دعائیں کرتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اپنی دعاؤں پر فخر کر سکتے ہیں کیونکہ دعاؤں دعاؤں میں بھی فرق ہوتا ہے اور جو دعائیں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مذہب اپنی دعائیں پیش نہیں کر سکتا۔

میں اسجگہ اگر فرداً فرداً تمام مذاہب کی دعاؤں پر بحث کروں اور بتاؤں۔ کہ جو دعائیں قرآن شریف یا احادیث میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہیں۔ تو اس پر دفتروں کے دفتر بلکہ کتابوں کی کتابیں لکھنی پڑیں۔ اور اخبار کا ایک صفحہ تو کسی طرح بھی اسکا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ بجائے سب دعاؤں پر الگ الگ نظر ڈالنے کے اور بجائے اس کے کہ اسلام کی دعاؤں اور دیگر مذاہب کی دعاؤں کا مقابلہ کیا جائے۔ میں دعا کے تمام پہلوؤں پر ایک مجموعی نظر ڈال کر یہ بتاؤں۔ کہ دعا کے لئے فلاں فلاں امور کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ سب کے سب اسلام کی ایک دعا میں پائے جاتے ہیں۔ اور کوئی مذہب نہیں۔ جو ایسی جامع و مانع دعا پیش کر سکے۔ جیسی دعا اسلام پیش کرتا ہے۔ اور اس طرح ہر ایک دانشمند سمجھ سکیگا کہ جن باتوں میں اسلام اور دیگر مذاہب متحد بھی ہیں۔ ان میں بھی اسلام نے دوسروں سے بڑھ کر قدم مارا ہے۔ اور اگرچہ دوسرے مذاہب کے ساتھ ان سچائیوں کے بیان کرنے میں مشترک ہے۔ مگر حق کا بیان جس وضاحت سے اسلام نے کیا ہے۔ اسکا عشر عشیر بھی دیگر مذاہب نہیں کر سکے۔

میں اس تمہید کے بعد یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ دعا کے لئے جن امور کی ضرورت ہے۔ وہ مفصلہ ذیل ہیں۔ اول جس سے دعا کیجائے وہ طلبات کے پورا کرنے پر قادر ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنی قدرت سے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچاتا ہو تیسرے یہ کہ وہ پہلے ہی ہمارا محسن ہو تا کہ اس سے سوال کرنے میں شرم و حجاب دامنگیر نہ ہو۔ چہارم ہمارا اس سے ایسا تعلق ہو۔ کہ وہ ہماری بات سن سکے اور اس کو پورا کرنے کی طرف اسے توجہ ہو۔ پنجم ہم اس سے اس چیز کا مطالبہ کریں۔ جو ہمارے لئے مفید و بابرکت ہو۔ کیونکہ اگر ہم نے کوئی ایسی چیز طلب کی۔ جو بجائے فائدہ کے ہمارے لئے نقصان دہ ہو جائے۔ تو وہ بددعا ہوگی۔ نہ کہ دعا۔ ششم یہ کہ جب وہ شئے ہمیں ملے۔ تو ایسا نہ ہو۔ کہ گو ہمارے اس مقصد کو پورا کرنیوالی ہو۔ جس کے لئے مانگی تھی۔ لیکن کسی اور وجہ سے نقصان رساں ہو۔ ہفتم یہ کہ جب وہ ہمیں ملے۔ تو ہم اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

جب کہ یہ سات امور ہر ایک دعا میں ہونے ضروری ہیں۔ اور ان کے بغیر کوئی دعا مکمل نہیں ہو سکتی۔ تو جو مذہب ان ساتوں امور کے مطابق اپنے پیروان کو دعائیں سکھاتا ہے۔ وہ گویا انہیں دعا کے اعلےٰ معیار پر پہنچا دیتا ہے۔ اب ہم دکھاتے ہیں۔ کہ اسلام نے جو دعائیں سکھائی ہیں۔ ان میں یہ ساتوں امور مدنظر رکھے گئے ہیں۔ اور اگر اسلام کے سوا کسی اور مذہب نے بھی اپنی دعاؤں میں یہ امور مدنظر رکھے ہیں۔ یا کم سے کم یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان امور کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ ان کے بغیر بھی کوئی دعا کامل ہو سکتی ہے تو یہ بار ثبوت ان پر ہوگا۔ اس ثبوت کیلئے جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں فی الحال صرف ایک دعا سورۃ فاتحہ کو جو قرآن کریم کی دعاؤں میں سے چھوٹی سی دعا ہے۔ اور سب دعاؤں کا خلاصہ ہے۔ پیش کرتا ہوں۔ کہ اس میں کس طرح ان ساتوں امور کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

میں بتا چکا ہوں اور فطرت انسانی اسے قبول کرتی ہے۔ کہ دعا میں سب سے پہلے یہ بات ہونی چاہئے۔ کہ وہ ایسی ہستی سے کیجائے جو دعا کو قبول کر سکتی ہو۔ اور اس امر سے ایک بچہ بھی منکر نہیں ہو سکتا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر کوئی سوال کرتے ہیں تو اپنے ماں باپ سے ہی کرتے ہیں کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کتے یا بلی یا چارپائی سے سوال کریں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان میں ہماری دعا کی قبولیت کی طاقت ہی نہیں۔ اگر کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ دعا ہو۔ لیکن اس میں کسی دریا یا پہاڑ یا درخت یا مکان سے سوال کیا گیا ہو۔ تو وہ دعا کبھی اعلیٰ درجہ کی دعاؤں میں نہیں گنی جا سکتی۔ کیونکہ جس سے سوال کیا گیا ہے۔ وہ قدرت ہی نہیں رکھتا۔ کہ کسی کی آہ وزاری کو قبول کرے۔ پھر اس کے سامنے دعائیں کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ ہر شہر اور گاؤں میں فقیر مل سکتے ہیں جنکا گذارہ صرف سوال پر ہی ہے۔ اور وہ اپنا پیٹ لوگوں سے مانگ مانگ کر ہی بھرتے ہیں۔ لیکن کسی نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ کہ فقیر کسی ایسے آدمی سے سوال کرے جو خود محتاج ہو۔ اور کئی دن کے فاقہ سے ہو۔ بلکہ ہمیشہ فقیر اس بات کو مدنظر رکھتے ہیں۔ کہ کسی ایسے شخص سے سوال کیا جائے۔ جو ان کے سوال کو پورا کر سکے پس جس سے سوال کیا جائے۔ اس میں طاقت وقدرت کا ہونا ضروری ہے۔ اور جس میں طاقت وقدرت نہ ہو۔ اس سے سوال کرنے کی طرف طبیعت راغب ہی نہیں ہو سکتی۔ اس اصل کو لیکر جب ہم سورہ فاتحہ پر غور کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ بات پاتے ہیں۔ کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ وہ سب جہانوں کا پالنہار ہے۔ بغیر کسی عمل کے انعامات کرتا ہے۔ اور کسی عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک نیک عمل کا اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ دیتا ہے۔ اور جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں ان آیت کو رکھ کر دعا مانگنے والے کے دل کو اس بات کیلئے تیار کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ شوق اور طمع سے دعا مانگے۔ کیونکہ جس سے وہ دعا مانگتا ہے۔ وہ بے قدرت اور کمزور نہیں۔ بلکہ کوئی شئے نہیں جو اس کی مدد کے بغیر زندہ رہ سکتی ہو۔ پھر ایسے قادر خدا سے دعا کرنے کی طرف خود بخود کیوں مائل نہ ہو۔

دوسری ضروری بات جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں یہ ہے کہ جس سے دعا کیجائے وہ قادر ہونے کے علاوہ اپنی قدرت سے لوگوں کو نفع بھی پہنچاتا ہو۔ کیونکہ سائل کے دل میں تبھی جوش پیدا ہوتا ہے جب اسے امید ہو۔ کہ جس سے میں دعا مانگتا ہوں۔ یہ بخیل نہیں۔ بلکہ مجھے اس سے قبولیت کی امید ہے چنانچہ فقراء کو جب معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص بخیل ہے۔ اور سوال قبول نہیں کرتا۔ تو وہ اس سے سوال کرنا ہی ترک کر دیتے ہیں۔ اور یہ ضرورت بھی سورۃ فاتحہ کی مذکورہ بالا آیات میں پوری کر دی گئی ہے۔ کیونکہ خدا کو رب العالمین الرحمٰن الرحیم بتانے سے جہاں اس کی قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی قدرت سے لوگوں کو متمتع بھی کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک انسان کو متمتع کرتا ہے۔

تیسرا ضروری امر دعا کرنے کیلئے یہ ہے۔ کہ جس سے دعا کیجائے۔ وہ محسن بھی ہو کیونکہ بعض فطرتیں ایسی دیکھی گئی ہیں۔ کہ وہ باوجود تکلیف اور مصیبت کے سوال سے سخت متنفر ہوتی ہیں۔ اور دکھ اٹھا لینا پسند کر لیتی ہیں۔ سوال نہیں کرتیں۔ ہاں اپنے والدین سے ہر ایک شخص اپنی ضروریات بیان کر دیتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ پہلے سے ہی محسن ہوتے ہیں۔ اور اب دوبارہ ان سے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ کیونکہ بچپن سے ان کے سلوک کو دیکھتے دیکھتے ان سے سوال کرنا ایک عادت ثانیہ ہو جاتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ جس سے دعا کیجائے۔ وہ ایسی ہستی ہو۔ جو پہلے سے ہی محسن ہو۔ اور اس سے سوال کرنے میں کسی کو عار نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سورۃ فاتحہ نے اس ضرورت کو بھی پورا کر دیا ہے۔ کیونکہ رب العالمین اور رحمٰن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور ہمیشہ سے اس کی دستگیری کرتا ہے۔ اور یہ کہ بہت سی اشیاء جنہیں انسان استعمال کرتا ہے ایسی ہیں کہ جو اسے بغیر کسی محنت کے ملی ہیں۔ پس جس کے احسان کے بغیر زندگی ہی محال ہے۔ اور وہ ہر وقت کا محسن ہے۔ پھر اس سے سوال کرنے میں کیا شرم ہے۔

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ جس سے دعا کیجائے اس سے ہمارا تعلق ہو۔ سو فرمایا کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہم آپکی ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اسمیں وہ تعلق بتایا گیا ہے۔ کہ جب ہم آپ کے عبد اور غلام ہیں۔ تو آپ سے نہ مانگیں تو اور کس سے مانگیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ ایسی چیز مانگی جائے جو نفع رساں ہو۔ یہ ضرورت بھی سورۃ فاتحہ میں پوری کر دیگئی ہے کیونکہ ہمیں سکھایا گیا ہے۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ۔ ہمیں ہمارے ہر ایک کام میں ایک

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ

تصدیق المسیح

(آیت من آیات اللہ)

حضرت میرزا غلام احمد کے مسیح موعود و نبی اللہ پر جیسے اللہ تعالیٰ کے ان اقوال نے شہادت دی - (۱) انا جعلناک مسیح ابن مریم - (۲) نبی اللہ اطعموا الجائع والمعتر - ویسا ہی اللہ تعالیٰ کے افعال نے شہادت دی - کہ آپ منجانب اللہ صادق و مصدق ماموریں -

آج میں "انوار الاسلام" مصنفہ حضرت ممدوح سے ایک نشان پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں - جو آپ کے برگزیدہ بارگاہ ربی اور مرسل ہونیکا یقین دلاتا ہے - فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضٰی من رسول (اور نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے) اس پیشگوئی کے لئے جو عبارت ہے وہ صفحہ ۲۶ پر مرقوم ہے -

"ایک نادان ہندو زادہ نام کا نومسلم سعد اللہ نام جو عیسائیوں کی فتحیابی ثابت کرنے کیلئے اعتقاداً اپنی فطرتی شیطنت سے ہاتھ پیر مار رہا ہے - کہ گویا اسی غم میں مر رہا ہے - لدہیانہ سے اپنے ایک اشتہار میں لکھتا ہے - کہ اگر اس بحث کے بعد جو عیسائیت اور اسلام کے صدق و کذب کی تحقیق میں کی گئی تھی - عیسائی فریق پر مصیبتیں پڑیں - تو کیا تمہارے بعیت کنندوں میں سے مولوی حکیم نور الدین صاحب کا ایک شیر خوار بچہ فوت نہیں ہو گیا"

اس تحریر کے لکھنے کے بعد مجھ پر نیند غالب ہو گئی - اور میں سو گیا - اور خواب میں دیکھا کہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں - اور ان کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہیں کا ہے - اور وہ بچہ خوشرنگ خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں - میں نے مولوی صاحب سے کہا - کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو وہ لڑکا دیا - کہ رنگ میں شکل میں طاقت میں اس سے بدرجہا بہتر ہے - اور میں دل میں کہتا ہوں - کہ یہ تو اور بیوی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے - کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار سا اور نیم جان سا تھا - اور یہ تو قوی ہیکل اور خوشرنگ ہے - اور پھر میرے دل میں یہ آیت گذری - جسکا نشان مجھے یاد نہیں - اور وہ یہ ہے - ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر - اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عدو الدین کا جواب ہے - کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بنکر اسلام پر حملہ کیا - اور وہ بھی بے جا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ - بعد ایک جزو اس خواب کی رہ گئی ہے کہ دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر کچھ پھنسی یا تو بول کی مشابہ بخارات نکل رہے ہیں - اور کوئی کہتا ہے کہ اسکا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے - واللہ اعلم منہ

اس پر خوب غور فرمایئے - یہ تحریر اکتوبر ۱۸۹۴ء کی ہے - اور اس میں مندرجہ ذیل باتیں ہیں -

۱ - مولوی حکیم نور الدین صاحب کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہی کا ہے -

۲ - وہ بچہ خوشرنگ اور خوبصورت ہے -

۳ - اس کی آنکھیں بڑی بڑی ہیں -

۴ - یہ لڑکا خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو دیا -

۵ - جو رنگ میں شکل میں طاقت میں اس سے بدرجہا بہتر ہے

۶ - یہ تو اور بیوی کا لڑکا ہے -

۷ - یہ قوی ہیکل اور خوش رنگ ہے -

۸ - اس بچہ کے بدن پر کچھ پھنسیاں نکل رہی ہیں -

۹ - اسکا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے -

کیا کسی انسان کا کام ہو سکتا ہے - کہ وہ چار سال قبل اتنے امور کی اطلاع دے - اور اس پختگی کے ساتھ دے - تحدی کے ساتھ دے - کہ گویا یہ امور واقعہ ہو چکے ہیں - آپ ایک عدو الدین کے مقابلہ میں حضرت مولانا نور الدین کے ہاں ایک بچہ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں - اور اس کا حلیہ بھی بتاتے ہیں - اور یہ بھی فرما دیا - کہ وہ اور بیوی کے بطن سے ہوگا - گویا اس نشان میں بہت سے نشانات ہیں - جو سب کے سب جیسا کہ خدائے علیم و خبیر نے اپنے مامور کو اطلاع دی تھی پورے ہو چکے -

اول - اس لڑکے کے پیدا ہونے تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ رہنا - جیسا کہ فقرہ "میں نے مولوی صاحب سے کہا - کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو لڑکا دیا" سے ظاہر ہے - گویا آپ کی زندگی میں ایسا موقعہ آئیگا - کہ آپ ایسا فرمائیں گے - چنانچہ **عبد الحی** کے پیدا ہونے پر ایسا فرمایا -

دوم حضرت مولانا نور الدین صاحب کا اس عرصہ تک زندہ رہنا - کیونکہ آپ نے رؤیا میں دیکھا - کہ "بچہ آپ کی گود میں کھیلتا ہے" *

سوم - حضرت مولانا نور الدین صاحب ایک اور نکاح کریں گے چنانچہ آپ نے کیا -

چہارم - اس بیوی کا اس لڑکے کے پیدا ہونے تک زندہ رہنا چنانچہ وہ خدا کے فضل سے اب تک زندہ ہیں -

پنجم - اس دوسرے نکاح کی بیوی کے بطن سے اس لڑکے کا پیدا ہونا چنانچہ انہی کے بطن سے پیدا ہوا -

ششم - وہ لڑکا جو پیدا ہوا - تو مطابق پیشگوئی "خوشرنگ ہے" "خوبصورت ہے" - اور "آنکھیں بڑی بڑی ہیں" جو لوگ ایسی باتوں کو طبی قیاسات پر مبنی قرار دے لیتے ہیں - وہ بتائیں کہ آیا چار سال اول کسطرح اطلاع دی جا سکتی ہے - اور پھر انسان کی زندگی کا کیا اعتبار ہے - پھر یہ کسطرح معلوم ہو سکتا ہے - کہ آنکھیں بڑی بڑی ہونگی - اور وہ خوشرنگ و خوبصورت ہوگا - پھر یہیں تک بس نہیں - بلکہ فرمایا -

ہفتم - یہ کہ "پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت بیمار سا اور نیم جان سا تھا * مگر یہ لڑکا قوی ہیکل ہے" - اب جسکا جی چاہے آکر دیکھ لے - **عبد الحی** بلحاظ جسامت اپنی عمر کے تمام لڑکوں سے نمایاں ہے

ہشتم - یہ کہ اس لڑکے کے بدن پر پھنسیاں ہونگی - چنانچہ ان کے نشان اب تک عبد الحی کے جسم پر ہیں اور ہر شخص احمدی جو یہاں ۱۸۹۸ء سے رہتا ہے شہادت دے سکتا ہے - کہ پھنسیاں نکلیں - اور ایسی نکلیں - کہ مولانا حکیم الامۃ کی طبی تدبیریں کچھ کام نہ دے سکیں - اور جب ہلدی لگائی - تو بہت تکلیف ہوئی - کیونکہ اس کے ساتھ **ایک اور چیز جو تھی** - وہ نہ تھی -

نہم - پھر جب ایک الہامی دوا معلوم ہوئی - تو اس سے معاً فائدہ ہوا -

دہم - چونکہ پہلے لڑکا بحالت شیر خوارگی فوت ہو گیا تھا اور اس پر اس نے طعنہ زنی کی - اس لئے اللہ نے ایک ایسا لڑکا بخشا - جو اس سے بدرجہا بہتر ہو - اپنے باپ کے سامنے سن بلوغ کو پہنچے -

کیا یہ نشانات ایک طالب حق کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ؟

احباب توجہ فرماویں

دارالامان قادیان کے مدرسہ ہائی سکول - مدرسہ احمدیہ - مستری خانہ - درزیخانہ میں بہت سے مساکین و یتامیٰ ایسے تعلیم پاتے ہیں - جنکو انجمن وظائف دیتی ہے - اور بعض ایسے بھی ہیں جنکو انجمن سے بوجہ عدم گنجائش وظیفہ نہیں ملتا - اور وہ لنگر سے روٹی کھا کر گذارہ کرتے ہیں - ایسے سب مساکین و یتامیٰ کے متفرق اخراجات و پوشاک وغیرہ کی انجمن اپنی زیر باریوں کی وجہ سے متحمل نہیں ہو سکتی - اور ایسے مساکین و یتامیٰ جو آپ صاحبان سے دور اور نظر سے اوجھل ہیں ممکن ہے کہ آپکو انکی تکالیف کا احساس جیسا کہ ہونا چاہیئے نہ ہو - آپ سوچیں کہ موسم سرما گذر رہا ہے - خیال فرمائیں - کہ جن بچوں پر ایسی سردی میں رات کو اوڑھنے کیلئے رضائی نہیں اور دن کو پہننے کو کپڑا نہیں انکا کیا حالت گذرتی ہوگی اس حالت کو وہی جانتے ہیں جنکے پہلو میں دردبھرا دل ہے اور انکے پدر مردہ را سایہ بسر فگن - غبارش بیافشاں و خارش بکن - کو اپنا پہلا کام سمجھتے ہیں - لہذا آپ صاحبان کی خدمت میں عرض ہے - کہ روپے پیسے سے کپڑے سے غرضکہ جسطرح سے ممکن ہو - ان مسکینوں کی امداد فرما کر خدا کی رضا حاصل کریں -

زبذل مال درراہش کسے مفلس نمے گردد - خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا *

شیر علی قائم مقام سیکرٹری

امر بالمعروف

وانہ عن المنکر واصبر علے ما اصابک

نہی عن المنکر

لا تاکلوا الربٰو

مذہب کی اصلی غرض اور مقصد قصوی یہ ہے۔ کہ انسان اپنے خالق حقیقی کو پہچانے۔ اور اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ اسی علت غائی کی انجام دہی کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی کتب دنیا میں بھیجیں۔ اور ان کے ذریعہ سے دنیا کو اعلان دیا۔ کہ کن امور سے اللہ تعالےٰ خوش ہوتا ہے۔ اور کونسے امور ہیں۔ جو اس کی ناراضگی کا موجب بن جایا کرتے ہیں۔ اور اسی پر اللہ جلشانہٗ نے بس نہ کی۔ بلکہ کتابوں پر عمل درآمد کرانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے افراد کمل کو دنیا میں بطور نمونہ اور اسوہ بھیجا۔ تاکہ وہ دنیا کو کتب الہیہ پر عمل کرنا سکھاویں۔ چنانچہ انہوں نے احکام الٰہی پہ عمل کرکے اہل دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ احکام الٰہی قابل عمل ہیں۔ انسانی وسعت اور طاقت سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض تنزقہ کا خیال ہے۔ کہ شریعت محض لعنت ہے یہ اس لئے اہل دنیا کو دیگئی ہے۔ تاکہ ان پر ثابت کیا جاوے کہ وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد اگر شریعت الہیہ پر غور و خوض کیا جائے۔ تو یہ بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دو بڑے حصوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ اور اس کے دو بڑے شعبے بن جاتے ہیں عظمت لامر اللہ اور شفقت علے خلق اللہ پس جتنے احکام خداوندی ہیں۔ وہ ان دونوں قسموں کے اندر ہی ہوتے ہیں سو ان سے کبھی باہر نہیں نکلتے یہی حال ہے ارکان خمسہ اسلام کا۔ نماز میں عظمت الٰہی کے تمام پہلوؤں کو دکھایا گیا ہے۔ اور یہی روزہ میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ نماز میں عابد اپنا کمال تذلل اور اپنے معبود کی کمال عظمت کا اظہار قولی اور حالی طور پر عرض کرتا ہے۔ اس کے مقابل میں کسی مذہب میں کوئی ایسی عبادت ہے ہی نہیں۔ جس میں اللہ جلشانہٗ کی اسقدر عظمت کی گئی ہو۔ اور عابد کی اسقدر انکساری اور ذلت اور عاجزی کی تصویر کھینچی گئی ہو روزہ میں انسان اپنے خالق حقیقی کے احکام کے آگے اسقدر سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ کہ وہ اپنا مال ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی بیوی جن پر تصرف کرنا اسے ہر طرح سے حاصل ہے۔ اس پیارے کے حکم کی خاطر کچھ وقت کے لئے جس کی حدبندی خود اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہے۔ بالکل چھوڑ دیتا ہے اسی طرح مسلمان حج میں اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے اقارب ملک اور وطن کو خیرباد کہدیتا ہے۔ غرضکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور قربانی کرتا ہے۔ اور یہ قربانی کا مسئلہ ہر اسلامی اصل میں موجود ہے۔ دوسرا مذہبی شعبہ جسے شفقت علے خلق اللہ کے نام سے ہم نے موسوم کیا ہے۔ وہ زکواۃ میں من کل الوجوہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ زکواۃ اغنیاء سے لی جاتی ہے۔ اور فقراء اور مساکین پر بانٹی جاتی ہے۔ اس میں شفقت علے خلق اللہ اسقدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا۔ مقررہ حد مال کے بعد مقررہ ٹیکس لگا دیا۔ کہ سال بھر کے بعد اتنا اتنا فلاں فلاں مال پر جب وہ اس قدر ہو جائے دینا ہوگا۔ اور پھر اس کے لئے بیت المال مقرر فرمایا اور پھر اس کے مصارف مقرر کر دئے۔ علاوہ اس زکواۃ کے جو کہ دولتمندوں اور اغنیاء پر لگائی گئی ہے۔ صدقات خیرات کی بہت تحریص اور ترغیب شریعت غراء میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہاں تک وارد ہوا ہے۔ کہ جو لوگ انفاق فی سبیل اللہ نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپکو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال دیا کرو۔ اور اپنے آپکو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اس سے صاف طور پر نکلتا ہے۔ کہ ۔ ۔ عدم انفاق فی سبیل اللہ ہلاکت کے قعر میں پھینکدیتا ہے۔ اور خیرات اور سخاوت کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور امساک اور بخل کی بہت ہی مذمت اور برائی بیان فرمائی گئی ہے۔ یہاں تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔ ایک فرشتہ یہ دعا کرتا رہتا ہے۔ کہ اے اللہ سخی اور منفق کو اور دے۔ اور بخیل کے مال کو تلف کر۔ اگر بڑے غور اور فکر سے احکام شریعت کی پڑتال کی جائے تو صاف واضح اور بین ہو جاتا ہے۔ کہ جو جو امر شفقت علے خلق اللہ کے منافی اور مخالف واقع ہوا ۔ ۔ ہے۔ اسے شریعت نے بہت روکا ہے۔ اور اس کے کرنے پر بڑی زجر و توبیخ اور ترہیب بیان فرمائی ہے۔ اور جو جو امر شفقت علی خلق اللہ کی تائید اور اعانت میں ہے۔ اس کے امتثال پر بڑی رغبت اور تحریص دلائی ہے شفقت علی خلق اللہ کے اصل کی بیخ و بنیاد کو استیصال کرنے کے لئے سود کا مسئلہ دنیا میں ایجاد اور اختراع ہوا ہے۔ سود میں اسقدر برائیاں ہیں۔ کہ کوئی عقلمند اور سلیم الفطرت انسان ایسے مسئلہ کو کبھی تسلیم نہیں کریگا۔ اور نہ اس پر چلنے کے لئے کبھی خیال کریگا۔ سود خور انسان کبھی دوسرے سے ہمدردی نہیں کر سکتا حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے ایک سود خور کو کہا۔ کہ فلاں سائل کو اتنی رقم دیدو۔ وہ حضور کا بہت ہی ممنون احسان تھا۔ اور حکم کی تعمیل میں اسے دریغ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر وہ حضور کا فرمان سنکر ذرا تشش و پنج میں پڑ گیا۔ آپ نے جب اس سے اس کا باعث استفسار فرمایا۔ کہنے لگا۔ حضور سو برس کے بعد اس کے اتنے لاکھ روپیہ بنتے ہیں۔ میں نے اس کے سود کا حساب لگا لیا ہے۔ صرف یہ بات مجھکو مانع ہو رہی ہے۔ ورنہ آپکے حکم کے آگے میں چوں و چرا نہیں کر سکتا سود خور بخل میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور اس میں اتنا امساک پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے مال کی جدائی ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ مال کی مفارقت گویا اس کے لئے موت ہوتی ہے۔ سود خور میں قربانی جیسا پاک اصل بالکل مفقود ہوتا ہے۔ وہ تو پیسہ پیسہ کے لئے مرتا ہے۔ وہ بھلا کسی کام میں اپنا روپیہ کیسے قربان کر سکتا ہے۔ صدقات چندے اور خیرات دینے میں بہت لیت و لعل سے کام لیتا ہے۔ غرضکہ حب دنیا میں یہ کمال کر جاتا ہے اور حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر ہے سود سے بزدلی اور جبن پیدا ہوتا ہے۔ اور شجاعت جیسی اعلےٰ صفت بالکل دور ہو جاتی ہے۔ اور پھر طرفہ یہ ہے۔ کہ اس سے کوئی آرام اور تسکین اور اطمینان قلب بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی بجائے افکار ہموم و غموم کا ہر وقت شکار بننا پڑتا ہے۔ اور یہ انسان کو اس کی اصل غرض سے بہت دور لے جاتا ہے۔ بلکہ اس سے اس کو بالکل ہٹا ہی دیتا ہے۔ بھلا انسان کو جب وہ مقصد اور مدعا حاصل نہ ہوا۔ جس کے لئے وہ اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ تو کیا وہ آرام و آسائش کی آخرت میں امید کر سکتا ہے۔ حاشا و کلا اس سے بہتر تھا۔ کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ ویقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا۔ جس دن انسان دیکھیگا۔ جو اس نے آگے بھیجا ہوا ہے۔ اور کافر کہیگا۔ اے افسوس! کاش میں مٹی ہوتا۔

اسلام کامل مذہب ہے۔ اس مذہب میں ہر دو پہلو عظمت لامر اللہ اور شفقت علے خلق اللہ حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ نہ ایسی عظمت الٰہی کسی اور مذہب نے لوگوں کے دلوں میں ذہن نشین کی اور نہ ایسی شفقت علی خلق اللہ کے لئے احکام اور ضوابط بنا کر لوگوں پر احسان عظیم کیا۔ ہندوؤں کے مذہب میں سود جائز رکھا گیا ہے۔ اور یہودیوں نے اجانب سے لینا جائز رکھا ہے۔ اور یہودیوں سے لینا حرام قرار دیا ہے اور اسلام نے ہر ایک سے اپنا ہو یا بیگانہ تمام سے سود لینا حرام کر دیا ہے۔ دیکھو اسلام نے شفقت علے خلق اللہ کے پہلو کو کسقدر کمال بخشا ہے۔ پہلے مذاہب میں یہ ادھورا تھا اور سود کے مسئلہ میں جتنی تہدید اور تشدید بیان فرمائی ہے۔ کہ حد کر دی۔ فرمایا لا تاکلوا الربٰو۔ سود مت کھاؤ۔ اور فرمایا۔ جو سود کھاتے ہیں۔ ان کو شیطان مجنوط الحواس بنا دیتا ہے۔ اور فرمایا۔ جھوٹے ہیں وہ جو کہتے ہیں۔ کہ ربا اور بیع ایک جیسے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اور فرمایا۔ اس حکم کے سننے کے بعد پھر جو سود لیگا۔ وہ اصحاب النار میں سے ہوگا۔ اور یا ایہا الذین آمنوا ذروا ما بقی من الربٰو ان کنتم مومنین۔ سود کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایماندار ہو۔ اس کے بعد فرمایا۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اگر تم سود چھوڑو گے۔ تو تم یاد رکھو۔ کہ اللہ و رسول کیطرف سے تم کو اعلان جنگ دیا جاتا ہے۔ یارو اللہ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ کسکو سکت اور طاقت ہے۔ کہ اس کے آگے دم مار سکے۔ بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے دیکھا

تاریخ اسلام

سیرت النبی

طہارت النفس شفقت علی النفس

بہت سے انسان اپنی حماقت سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان کر لیتے ہیں۔ اور اپنے نزدیک جسے خوبی سمجھتے ہیں وہ در اصل برائی ہوتی ہے۔ اور اس پر عامل ہو کر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ بہت سے لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ کہ وہ اپنے نفس کو خواہ مخواہ کی مشقت میں ڈال کر تکلیف دیتے ہیں۔ اور اسے فخر سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ جانتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ تک پہنچنا کوئی آسان امر نہیں پہلے انسان پوری طرح سے اپنے نفس کو مارے۔ اور اپنے ہر فعل اور قول کو اس کی رضا کے مطابق بنائے۔ اپنی خواہشات کو اس کے لئے قربان کر دے۔ اپنی آرزوئیں اس کے منشاء کے مقابلہ میں مٹا دے۔ اپنے ارادوں کو چھوڑ دے۔ اس کی خاطر ہر ایک دکھ اور تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جائے۔ اس کے مقابلہ میں کسی چیز کی خاک عظمت نہ سمجھے۔ اور جس چیز کے قرب سے اس سے دوری ہو اسے ترک کر دے۔ اپنے اوقات کو ضائع ہونے سے بچائے تبھی انسان خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور جب اسکا فضل نازل ہو تو اس کی رحمت کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں۔ اور وہ ان اسرار کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جو اس سے پہلے اس کے واہمہ میں بھی نہیں آتے تھے۔ اور یہ حالت انسان کے لئے ایک جنت ہوتی ہے جسے اسی دنیا میں حاصل کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انعامات کا ایسے ایسے رنگ میں مطالعہ کرتا ہے۔ کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اور جنت کی تعریف ان کشوف پر صادق آتی ہے۔ کہ ما لا عین رأت ولا اذن سمعت۔

لیکن باوجود اس بات کے پھر بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ اللہ تعالیٰ مشقت اٹھانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بہت سے انسان اپنی عمر کو رائیگاں کر دیتے ہیں۔ اور کسی اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچتے اہل ہنود میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کہ جو اپنے ہاتھ سکھا دیتے ہیں۔ ایسے بھی پائے جاتے ہیں۔ کہ جو سردیوں میں پانی میں کھڑے رہتے ہیں۔ اور گرمیوں میں اپنے ارد گرد آگ جلا کر اس کے اندر اپنا وقت گذارتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں۔ کہ جو سارا دن سورج کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہتے ہیں۔ اور جدھر سورج پھر جاتا ہے۔ ان کی نظر اس کے ساتھ پھرتی جاتی ہے۔ پھر ایسے بھی ہیں۔ جو نجاست اور گندگی کھاتے ہیں۔ مردوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ غرض کہ طرح طرح کی مشقتوں اور تکالیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اور ان کا منشاء یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کو پالیں۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ بجائے روحانیت میں ترقی کرنے کے اور گرتے جاتے ہیں مسیحیوں میں بھی ایک جماعت پادریوں کی ہے۔ جو نہانے سے پرہیز کرتی ہے۔ نکاح نہیں کرتی۔ صوف کے کپڑے پہنتی ہے۔ اور بہت اقسام طیبات سے محترز رہتی ہے۔ لیکن اسے وہ نور قلب عطا نہیں ہوتا جس سے سمجھا جائے۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں حاصل ہو گیا۔ بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کے اخلاق عام مسیحیوں کی نسبت گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو سارا سال روزہ رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ روزہ سے رہتے ہیں۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دائمی روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر بعض لوگ طیبات سے پرہیز کرتے ہیں۔ اپنے نفس کو خواہ مخواہ کی مشقتوں میں ڈالتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا۔ غرضکہ جس طرح بغیر محنت و کوشش کے خدا تعالیٰ نہیں ملتا۔ اسیطرح اپنے نفس کو بلا فائدہ مشقت میں ڈالنے سے بھی خدا نہیں ملتا۔ بلکہ الٹا نقصان پہنچ جاتا ہے۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں۔ کہ جنہوں نے اول اول تو شوق سے سخت سے سخت محنت اٹھا کر بعض عبادات کو بجا لانا شروع کیا۔ اور اپنے نفس پر وہ بوجھ رکھا جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا اور آخر تھک کر ایسے چور ہوئے۔ کہ عبادت تو کجا خدا تعالیٰ کی ہستی سے ہی منکر ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اگر کوئی خدا ہوتا۔ تو ہماری ان محنتوں کو ضائع کیوں کرتا۔ ہم تو اس کوشش و محنت سے ورد وظائف کرتے رہے۔ لیکن نتائج سے ہمیں کچھ اجر بھی نہیں اور آسمان کے دروازے چھوڑ کر آسمان کی کوئی کھڑکی بھی ہمارے لئے نہیں کھلی۔ اور جب یہ شکوک ان کے دلوں میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ تو وہ گناہوں پر دلیر ہو گئے۔ اور وعظ و پند کو بناوٹ سمجھ لیا۔ اور خیال کر لیا۔ کہ ہم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں۔ وہ بھی ہماری ہی طرح تھے۔ اور نعوذ باللہ ان کے دل ہماری طرح ہی تاریک تھے۔ اور لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے بڑے بڑے دعوے کرتے تھے۔

ان واقعات سے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ بے فائدہ مشقت بھی خطرناک ہوتی ہے۔ اور نفس کو ایسے ابتلاؤں میں ڈالنا کہ جو غیر ضروری ہیں۔ بجائے فائدہ کے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام دنیا کیلئے رحمت ہو کر آئے تھے۔ اپنے صحابہ کو روکتے تھے۔ کہ وہ اپنے نفوس کو حد سے زیادہ مشقت میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ ایک صحابی ایک دوست کے ہاں گئے۔ تو آپکو معلوم ہوا۔ کہ وہ سارا دن روزہ رکھتا۔ اور رات کو تہجد میں وقت گذارتا ہے۔ اس پر انہوں نے انہیں ڈانٹا۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے ٹھیک ڈانٹا۔ کیونکہ انسان پر بہت سے حقوق ہیں ان کا پورا کرنا اسکے لئے ضروری ہے خود آنحضرت کا عمل ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ ہمیشہ احکام الٰہی کے پورا کرنے میں چست رہتے اور ایسے جوش کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے کہ جوان جوان صحابہ آپکا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ میں بالتفصیل آپکی عبادت کے ذکر میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن باوجود اسکے آپ آسان راہ کو قبول کرتے اور اپنے نفس کو بے فائدہ دکھ نہ دیتے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اسوقت تک عبادت کرو جبتک دل ملول نہ ہو جائے حضرت عائشہ آپکے اعمال کی نسبت فرماتی ہیں ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اخذ ایسرھما ما لم یکن اثما فان کان اثما کان ابعد الناس منہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی دو باتوں میں اختیار نہیں دیا گیا۔ مگر آپنے اسے قبول کیا جو دونوں میں سے آسان تر تھی۔ بشرطیکہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر کسی کام میں گناہ ہوتا۔ تو سب لوگوں سے زیادہ آپ اس سے بچتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ آسان راہ کو اختیار کیا کرتے تھے۔ اور تکلیف میں اپنے آپ کو نہ ڈالتے۔ ایک خیال جو اس حدیث سے پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ گویا آپ خدا کے راستہ میں مشقت نہ برداشت کر سکتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اسکا رد بھی خود حضرت عائشہ نے فرما دیا۔ کہ یہ بات اسیوقت تک تھی۔ کہ جبتک دین کا معاملہ نہ ہو۔ اگر کسی موقعہ پر آسانی اختیار کرنا دین میں نقص پیدا کرتا ہو تو پھر آپسے زیادہ اس آسانی کا دشمن کوئی نہ ہوتا۔

یہ وہ کمال ہے جس سے آپکی ذات تمام انبیاء پر فضیلت رکھتی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے لیکن آپ ہر رنگ میں کامل تھے۔ کوئی پہلو بھی تو انسانی زندگی کا ایسا نہیں جس میں آپ دوسروں سے پیچھے ہوں۔ یا ان کے برابر ہوں ہر بات میں کمال ہے۔ اور دوسروں سے بڑھ کر قدم مارا ہے۔ اور ہر خوبی کو اپنی ذات میں جمع کر لیا ہے۔

بیشک بہت سے لوگ ہیں کہ جو اپنی جان کو آرام میں رکھتے ہیں مگر خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ لوگوں کو ناخوش کرتے ہیں بعض خدا کو راضی کرنے کی کوشش میں اپنے نفس کو ایسے مصائب میں ڈالتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کا قرب بھی نصیب نہیں ہوتا اور آگے سے بھی گمراہ ہوتے جاتے ہیں۔ مگر میرا پیارا ہادی تو ساری دنیا کیلئے ہادی ہو کر آیا تھا۔ وہ کسی خاص طرز یا مذاق کے لوگوں کا رہبر نہ تھا۔ ہر ملک اور قوم کے آدمی اسکی غلامی میں آتے تھے۔ اس نے اپنے اخلاق کا ایک ایسا بے لوث اور مکمل نمونہ دکھایا ہے۔ کہ کوئی آدمی اس کی غلامی میں آ کے۔ ناکام و نامراد نہیں رہتا۔ بلکہ اپنے کامل دل اور مدعا کو پا لیتا ہے۔

درحقیقت تعصب کو ایک طرف رکھ کر اگر دیکھا جائے تو آپ کی یہ صفت ایک ایسی حکیمانہ صفت تھی۔ کہ اس پر جسقدر غور کیا جائے۔ اسکے فوائد زیادہ سے زیادہ روشن ہوتے جاتے ہیں۔ ایک ہی نسخہ ہوتا ہے۔ جسے طبیب بھی بتاتا ہے۔ اور ایک بڑھیا بھی بتاتی ہے۔ لیکن وہ طبیب تو حکمت کی بنا پر اسے تجویز کرتا ہے۔ اور بڑھیا صرف اس وجہ سے کہ اسے یا اس کے کسی قدر دار

تادیب النساءؑ

نیک مشورے نمبر ۳

ہر نیک بخت بی بی کو چاہئے ۔ کہ وہ اپنے خاوند کی رازدار ہو ۔ اپنے باپ کی قابل اعتبار بیٹی ہو ۔ اپنے بھائی کی غمگسار دہمدرد بہن ثابت ہو ۔ کیونکہ مشہور ہے یا واقعی یہی بات ہے ۔ کہ عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں ۔ اور وہ کوئی راز پوشیدہ نہیں رکھ سکتیں یا شاید بات یہ ہے کہ عورتوں کے تعلق محبت اپنی سہیلیوں سے مخلصانہ ہوتے ہیں ۔ تو یہ تو ممکن ہی نہیں ۔ کہ ایک پیاری بہن سے بات چھپائی جائے ۔ اور پھر جبکہ نرم آواز محبت آمیز سے تقاضا ہو ۔ کہ "بہن ضرور بتاؤ" ۔ تو بعض نرم دل نہیں رہ سکتے ۔ اور زبان سے نکل جاتا ہے ۔ مگر یہ غلطی ہے ۔ اور سخت غلطی ہے ۔ اور بڑی جبر اور بہادری ہے اپنی زبان روکے رکھے ورنہ معتبری نہ رہیگی ۔ اور جو ناقابل اعتبار نقصان پہنچتا ہے ۔ وہ علیحدہ یاد رکھو ۔ اول تو میاں کا راز باہر ہرگز نہ نکالو ۔ اور پھر گھر کا بھید مطلق کسی کو نہ دو ۔ یہ نہایت اعلےٰ نصیحت ہے ۔ اور میرا تو ایک دو دفعہ کا تلخ تجربہ ہے ۔ کہ راز بتانے سے آدمی خود ہی مورد الزام بنتا ہے ؂

نیز ہر وہ بی بی میری اس عرض عاجزانہ پر تنہائی میں ٹھنڈے دل سے غور کرے ۔ کہ اپنی زبان قابو میں رکھے ۔ اس کی ہاتھ اور زبان سے کسی مسلم کو دکھ اور رنج نہ پہونچے ۔ یہ تو حضور سرور دو عالم صلعم کا پاک فرمان ہے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے ۔ جسکی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلم کو دکھ و آزار نہ پہونچے اور یہی اسلام میں اخوت کا ثبوت ہے ۔ مگر بعض ہماری بہنیں ایسی ہیں ۔ کہ وہ جب تک دن میں دو چار بار کسی مجلس میں بیٹھ کر کسی غریب کا دل کسی نہ کسی پھبتی سے توڑ نہ لیں ۔ ان کو چین ہی نہیں آتا ۔ ہرگز اس وقت خیال نہیں ہوتا ۔ کہ آخر اس کے پہلو میں بھی دل ہے ۔ اور وہ دل شکنی کو بخوبی محسوس کرتا ہے ۔ میں نے بہت سی بیویوں کو دیکھا ہے ۔ کہ جب چار سہیلیوں میں بے تکلف حالت میں بیٹھیں ۔ بس پھر ساری متانت بھول گئیں ۔ جب دیکھا کہ کوئی ذرا غریب مزاج ہے ۔ یا سنجیدہ مزاج ہے ۔ بس اس کی شامت آگئی ۔ کہیں تو اس پر پھبتیاں اڑ رہی ہیں ۔ کہ ارے روتی کیوں ہے ۔ کہیں اس پر مختلف آوازے کسے جاتے ہیں ۔ اب وہ بیچاری ایسی بے تمیزیوں کا جواب کیا دے ۔ مگر اس کا دل ضرور دکھتا ہے ۔ سو ہماری عزیز بہنیں خوب یاد رکھیں ۔ کہ سنجیدگی اور متانت عورت کا اعلےٰ جوہر ہے ۔ اور وقار والی بی بی وہی ہوتی ہے ۔ جو مذاق بھی کرے ۔ تو اخلاقی حالت کے اندر رہو ۔ کسی کو نصیحت کرے ۔ نیکی سمجھائے تو نرمی اور ملائمت سے ۔ کہ سانپ بھی مرجائے ۔ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ۔ دل کسی کا توڑنا سخت الفاظ کہنا نازیبا بات ہے ۔ ہر کسی کی اپنی اپنی جگہ عزت ہوتی ہے ۔ اور اپنی جگہ سب کوئی شریف سمجھدار ہے ۔ بات بات پر چیخ پا ہونا اور اڑنا چڑچڑا پن انسان کو بے عزت کر دیتا ہے ۔ اور کہ مستقل مزاجی اعلےٰ درجہ کی انسانیت ہے ۔ آدمی استقلال رکھے ۔ عقلمند ہوگا غیر مستقل ذلیل بے اعتبار ہو جاتا ہے ؂

نیز چاہئے ۔ کہ لگائی بجھائی سے بیبیاں دور رہیں ۔ جو بہن ادہر کی بات ادہر اور ادہر کی ادہر لگاتی ہے ۔ وہ اپنے حق میں گویا کانٹے بوتی ہے ۔ وہ آنکھوں میں حقیر اور نگاہوں میں ذلیل ہو جاتی ہے ۔ بعض خاتونوں کی عادت ہے ۔ جس کے پاس ذرا ادہر ادہر کی گپیں شروع کیں ۔ بس پھر ایسی گفتگوئے بے تکلف کرنے لگیں ۔ کہ گویا اعتبار جما دیا ۔ کہ سوائے میرے تجھے کوئی بھی پیارا نہیں ۔ اس کا بھید لیکر جلو دوسری جگہ جا بیان کیا ۔ اس جیسا کوئی گناہ عظیم نہیں ۔ چغلی کہانے والا اول تو خدا تعالےٰ کا گنہگار ۔ پھر دنیا میں ذلیل و خوار ہوتا ہے ۔ سچ فرمایا ۔ حضور نبی اکرم صلعم نے کہ چغل اپنے مردہ بھائی کا گویا گوشت کھاتا ہے ؂

ہاں سب سے بدتر غلطی بدنظری کی ہے ۔ کئی بیویاں دیکھی ہیں ۔ کہ جھروکہ میں سے جھانک تانک کرتی رہتی ہیں ۔ اور آنے جانے والے کو گلی یا بازار میں تاڑتی رہتی ہیں ۔ یہ سخت خطرناک گناہ ہے ۔ اور پہلے گناہ عظیم نظر سے ہی شروع ہوتا ہے ۔ بڑے تاسف سے کسی سے میں نے سنا ۔ کہ ایکدن چار پانچ گنوار جا رہے تھے ۔ ایک صورت برقعہ پوش بی بی سامنے سے گذری ۔ مگر پردہ نہیں کیا ۔ آگے اگر انہوں نے کہا ۔ عجبی یہ بیویاں اپنے مردوں سے پردہ کرتی ہیں ۔ یا بیگانوں سے ضرور یہ اپنے مردوں سے پردہ کرتی ہونگی ۔ کیونکہ دیکھو اس نے ہم سے پردہ نہیں کیا ۔ انا للہ ۔ خدا کے لئے برقعوں کو بدنام نہ کرنا چاہئے ۔ پردہ کرو ۔ تو اپنی زینت کو ہر طرح کوشش و احتیاط سے چھپائے رکھو ۔ ورنہ پھر برقعہ کی ضرورت کیا ہے ۔ اور پھر جہالروں والا یا نئی طرز کا برقعہ تو اپنا آپ خود بتا دیتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے ؂

(سکینتہ النساء از قادیان)

میرا پیام

اول تو میری قوم کو میرا سلام ہے ۔
بعد از سلام ان کو یہ میرا پیام ہے
قرآن کے چھاپنے کا مجھے شوق ہے بہت
بس آجکل مجھے تو یہی اہتمام ہے
ہو ترجمہ درست حواشی بھی ہوں عجیب
اس بات کا خیال مجھے صبح و شام ہے
فضل و کرم کا حق کے میں امیدوار ہوں
اور سوز دل سے میری دعا یہ مدام ہے
جو مالدار ہیں انہیں توفیق ہو عطا
میرے معین ہوں جنکے خزانہ میں دام ہے
اے نیک بخت مال سے اسمیں شریک ہو
اللہ کی قسم یہ بڑا نیک کام ہے
تم بھی شریک اسمیں ہو اے میرے دشمنو
میرا نہیں تمہارے خدا کا کلام ہے
میری یہ آرزو ہے کہ ہو جلد تر یہ کام
دنیا میں چند روز کا ہم کو قیام ہے
سر پر کھڑی ہوئی ہے یہاں موت کی گھڑی
غافل جو موت سے ہے بڑا ہی وہ خام ہے
اس کام کیلئے میرے دل کو ہے سخت فکر
رنج اور غم کا دل پہ میرے اژدہام ہے
تم اسکو پی لو شوق سے آ میرے دوستو
میری شکائتوں کا یہ لبریز جام ہے
یہ کام اہتمام میں ہے نور دین کے
جو فضل سے خدا کے ہمارا امام ہے ۔
مجھ پر نہیں تو اسپہ کرو اعتماد تم
میرا نہیں ہے کام اسی کا یہ کام ہے
ادنیٰ ہو یا کہ اعلےٰ ہو سب سے یہی ہے عرض
میری طرف سے سب کے لئے اذن عام ہے
قرآن تم خرید لو اس دلفگار سے
روحوں کیواسطے یہ عجائب طعام ہے
دنیا و دین میں ملتی اسی سے نجات ہے
اس سے زیادہ کیا ہے کہ خدا کا کلام ہے
ہے اسمیں نور اسمیں شفا اسمیں برتری
مرشد ہے یہ ہمارا ہمارا امام ہے نژ
جو راستی پسند ہے اسکا ہے یہ طریق
بیباک جو ہیں انکے لئے یہ لگام ہے ہو
سمجھیں نہ سمجھیں اس سے نہیں ہے مجھے غرض
ناصر تمام بھائیوں کا بس غلام ہے
جو احمدی ہے یا کہ مسلمان بھائی ہے
کرتا دعا ہر اک کے لئے صبح و شام ہے

صراط مستقیم اور اسلام کی تبلیغ

حسب ہدائیت قرآن کریم و تبلیغ

(مرسلہ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی)

قال اللہ تعالیٰ واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لایؤمنون بالاخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون۔ ۲۴ ایضاً فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علیٰ ادبارہم نفورا ۱۵ واضح ہو۔ کہ یہ دونوں آئیتیں ان مشرکین کے خطاب میں فرمائی گئی ہیں۔ جو خلق منافع اور مضار میں اللہ تعالیٰ کو متفرد اعتقاد نہیں کرتے۔ بلکہ من دون اللہ کو صفات الوہیت میں شریک کر کے ان کا ذکر بجائے خالق کل شئے لا الٰہ الا ہو۔ کیا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ بھی کہا کرتے ہیں۔ اور اسی لئے ان مشرکین کے رد میں یہ جواب دیا گیا۔ کہ اے میرے حبیب تو ان کو یہ جواب دیدے کہ قل اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون ۲۴ یعنی ان تمہارے معبودوں نے نہ آسمان بنائے نہ زمین مطلب یہ کہ آسمان و زمین کی تمام اشیاء درمیانی بھی انہوں نے پیدا نہیں کیں اور نہ ان کو چھپے اور کھلے کا کچھ علم حاصل ہے۔ پھر تم ان سے منافع اور مضار کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر کر کیوں مانگتے ہو۔ اور آجکل کے مشرکین کا بھی یہ حال ہے کہ وہ ان معبودوں سے مستقل طور پر ہی دعا مانگتے ہیں۔ اور مالک نفع اور ضرر کا ان کو جانتے ہیں۔ اور ماہیت شرک کی تو یہ ہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے بھی دعا مانگے۔ اور ان معبودوں کو بھی اس وحدہٗ لاشریک کے ساتھ صفات الٰہیت میں شریک کر کے ان سے دعا کرے۔ کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر موحد نے۔

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا ٭ یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا ٭
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے ٭ جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے ٭

پس اللہ تعالیٰ نے آیات موصوفہ میں ایسے ہی مشرکین کا رد فرمایا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ یعنی ان نفرتہم عن التوحید وفرحہم عند سماع الشرک الخ اور دوسری تفسیروں میں بھی ایسا ہی کچھ لکھا ہے۔ ان آیات کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ تبلیغ اسلام کے وقت مقربین الٰہی کا ذکر تک نہ کیا جائے۔ ان لوگوں کے ذکر کرنے کے وقت تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ کہ تنزل الرحمۃ عند ذکر اولیاء اللہ۔ جن انبیاء اور جن مقربین کاملین نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کیا۔ اور اللہ کی ایسی فرمانبرداری کی۔ کہ اپنی جانوں کو اپنے بیٹوں کو اس کی راہ میں قربان کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اس فرمانبرداری کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ان کی ایسی نصرت فرمائی۔ کہ ان کے ہزاروں الہامات کی صداقت دنیا میں واقع ہو گئی۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کے نام نامی کو تمام دنیا میں مشتہر فرما دیا۔ اور ان کے اعزاز و اکرام کو تمام مومنین پر فرض اور واجب کر دیا۔ یعنی کہ ان کا اتباع ہم پر فرض کر دیا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعوا اللہ والرسول ۳۱ اور ان کے عدم اتباع اور عدم اطاعت کو کفر تک قرار دیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین۔ آئت کا پہلا جزو حضرت جری اللہ کا الہام بھی ہے۔ پھر ایسے منعم علیہم کے ذکر کو ان آیات کا ماتحت کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اکثر قرآن مجید کا حصہ ان کے ذکر ہی میں ہے۔ اور سورۃ فاتحہ میں جو منعم علیہم کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کی تلاوت کو نمازوں کے اندر واجب کر دیا ہے۔ بلکہ نمازوں ہی کے اندر بعد سورۃ فاتحہ کے ہم پیران مقربین کا ذکر کرنا جو بصیغہ اذکر فی الکتاب اذکر فی الکتاب ارشاد فرمایا گیا ہے واجب ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ۱۶ ایضاً واذکر فی الکتاب ابراہیم ۱۶ ایضاً واذکر فی الکتاب موسیٰ واذکر فی الکتاب ادریس ۱۶ ایضاً واذکر عبدنا داؤد ذاالاید انہ اواب ۲۳ ایضاً واذکر عبدنا ایوب ایضاً واذکر عبادنا ابراہیم واسحاق ویعقوب ۲۳ واذکر اسمٰعیل والیسع وذاالکفل ۲۳ ایضاً واذکر اخا عاد ۲۶ ایضاً سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا ۱۶ ایضاً والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا ۱۶ ایضاً قل الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اللہ خیر اما یشرکون ۲۰ یہاں پر شرک کی نفی بھی ہے۔ اور عباد اللہ کا ذکر سلامتی کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ ایضاً وترکنا علیہ فی الآخرین سلام علیٰ نوح فی العالمین ۲۳ ایضاً وترکنا علیہما فی الآخرین سلام علیٰ موسیٰ وہارون ۲۳ ایضاً وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ۲۳ ایضاً وترکنا علیہ فی الآخرین سلام علیٰ الیاسین کذالک نجزی المحسنین ۲۳ وغیرہ وغیرہ یہاں پر ایک نکتہ قابل ذکر ہے۔ جو رسالہ کشف الغطاء عن رد الخداع میں خاکسار لکھ چکا ہے۔ اور بدر جلد ۴ نمبر ۴۸ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اسکا کچھ تھوڑا سا انتخاب یہاں پر لکھا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس آئیت میں بخلاف سیاق وسباق کے لفظ مفرد الیاس کو بصیغہ جمع الیاسین کیوں ارشاد فرمایا۔ کیونکہ قطع نظر کثرت کے جو صیغہ جمع کا اس پر دلالت کرتا ہے۔ وہ تعدد پر تو ضرور ہی دلالت کریگا۔ اور تعدد کی صورت میں دو الیاسوں کا ہونا تو ضروری ہے۔ پس قرآن مجید سے دو الیاس تو ثابت ہو گئے۔ چنانچہ حضرت جری اللہ نے بھی توضیح مرام کے صفحہ ۳ میں وہ فیصلہ حضرت مسیح کا دربارہ نزول الیاس ثانی کے تحریر فرمایا ہے جو انجیل میں مذکور ہے اور غیر احمدی بسبب حوالہ دینے انجیل کے اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ مگر قرآن مجید میں الیاسین بصیغہ جمع ارشاد فرما کر دونوں مسیحوں کے فیصلہ کی تصدیق فرما دی۔ توضیح مرام کی عبارت یہ ہے۔ (حضرت ادریس کی نسبت جو بائیبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے۔ کہ یحیٰی بن زکریا کے پیدا ہونے سے ان کا آسمان سے اترنا وقوع میں آگیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح صاف الفاظ میں فرماتے ہیں۔ کہ یوحنا جو آنے والا تھا یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ سو ایک نبی کے محکمہ سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنا کا مقدمہ تو انفصال پا گیا۔ اور وہ بارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کی رو سے ہونا چاہئے۔ یہی ہے۔ کہ یوحنا جس کے آسمان سے اترنے کا انتظار تھا۔ وہ حضرت مسیح کے وقت میں آسمان سے اس طرح پر اتر آیا۔ کہ زکریا کے گھر میں اسی طبع اور خاصیت کا بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام یحیٰی تھا۔ البتہ یہودی اس کے اترنے کے اب تک منتظر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ سچ مچ آسمان سے اتریگا۔ اول بیت المقدس کے مناروں پر اس کا نزول ہوگا۔ پھر وہاں سے یہودی لوگ اکٹھے ہو کر اس کو کسی نردبان وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لیں گے۔ اور جب یہودیوں کے سامنے وہ تاویل پیش کی جاتی ہے جو حضرت مسیح نے یوحنا کے اترنے کے بارے میں کی ہے۔ تو وہ فی الفور غصہ سے بھر کر حضرت عیسیٰ اور ایسے ہی حضرت یحیٰی کے حق میں ناگفتنی باتیں سناتے ہیں۔ اور اس نبی کے فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہیں۔ بہر حال آسمان سے اترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے۔ مسیح کے بیان سے اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور انہیں کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اترنے کا جھگڑا طے ہوا اور یہ بات کھل گئی۔ کہ آخر اترے تو کسطرح اترے۔ مگر مسیح کے اترنے کے بارے میں ابتک بڑے جوش سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ عمدہ اور شاہانہ پوشاک قیمتی پارچات کی پہنے ہوئے فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اتریں گے۔ انتہیٰ) قرآن مجید سے تو اب کل مخالفین پر خواہ عیسائی ہوں یا غیر احمدی بالضرور ان پر اتمام حجت ہو گیا۔ کہ مسیح موعود کا اترنا بھی اسی طرح پر ہوگا۔ ورنہ الیاسین کو خلاف سیاق وسباق کے بصیغہ جمع ارشاد فرمانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اور علاوہ بریں نبی کریم مسیح موعود پر سلام پہونچانے کے لئے تاکید فرماتے ہیں۔ کہ من ادرک منکم عیسیٰ ابن مریم فلیقرء منی السلام۔ اور اللہ تعالیٰ تمام اپنے مقربین پر قرآن مجید میں نام لے لیکر سلام پہنچا رہا ہے۔ اور ان کا ذکر کرنا ہم پر واجب گردان رہا ہے۔ اور ان کے ذکر نہ کرنے میں دو حصوں قرآن مجید کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ پس بغیر ذکر کرنے ان مقربین الٰہی کے خصوصاً بغیر ذکر اس زمانہ کے جری اللہ فی حلل الانبیاء کے دین اسلام کی تبلیغ کیونکر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہزاروں برس کے گذرے ہوئے اپنے محبوبین کا ذکر تبلیغ اسلام میں قرآن مجید میں فرما رہا ہے۔ اور ہم اس حبیب کا بھی ذکر نہ کریں۔ جس کے خوارق اور معجزات اور الہامات کا ہم نے پورا ہونا بچشم خود اپنے زمانہ میں مشاہدہ کر لیا ہے۔ خشک تبلیغ اسلام کی اور نیز دیگر ادیان باطلہ کی تبلیغ اس وقت میں تمام دنیا کر رہی ہے۔ آریہ بھی خشک توحید کی طرف بلا رہے ہیں۔ عیسائی بھی جھوٹی توحید کی طرف دعوت کر رہے ہیں۔ اور بڑے زور و شور سے ہر ایک دین باطل کا لیڈر اپنے اپنے دلائل مخترعہ حقیقت کے پیش کر رہا ہے۔ پھر ان میں مابہ الامتیاز مابین الصدق والکذب کیا ہے۔ اور نیز ان میں اور ہم میں کیا امتیاز بلکہ جھوٹا مقرر بھی کسی وقت میں سچے پر غالب ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ اس زمانہ پرفتن میں تازہ تازہ معجزات اور ان الہامات کا ذکر نہ کیا جائے جو ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہو گئے۔ اور پھر ان کا ذکر بھی ضرور کیا جائے گا جو پیشتر وہ الہام نازل ہو گئے ہیں

مگر ایسی تبلیغ جس میں نشانات آسمانی اور زمینی کا ذکر نہ ہو۔ کون قبول کر سکتا ہے علاوہ یہ بات علاوہ ہے۔ کہ یا مسلمان اللہ اللہ۔ یا برہمن رام رام کہہ کر مسلمانوں اور برہمنوں کو خوش کر دیں۔ اور اگر اس خیال سے ذکر نہ کیا جاوے کہ سامعین کی کثرت نہیں ہو سکتی۔ تو یہ وہی کثرت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ پس اس زمانہ میں تو حضرت جری اللہ کا ضروری ہے۔ خشک تقریر کا تو یہ حال ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو حدیث متفق علیہ میں آیا ہے۔ عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلعم قال انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشی من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع لہ قطعتا من النار متفق علیہ۔ لمعات میں لکھا ہے۔ کہ قولہ انما انا بشر یعنی انی ان ترکت علی ما جبلت علیہ من القضایا البشریۃ ولم اوید بالوحی یطرو علی منہا ما یطرء علی سائر البشر وقولہ الحن بحجتہ اے السن وافصح و ابین کلاما واقدر علی الحجۃ۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مقدمہ دینی ہو۔ یا دنیوی غیرہ صدق اور کذب اسکا بغیر وحی اور الہام کے متمیز نہیں ہو سکتا۔ پس جب تک کہ ان نشانات آسمانی و زمینی کو نہ بیان کیا جائے۔ جو منعم علیہم پر الہام نازل ہو کر پورے ہو گئے ہیں مخالفین اسلام پر صداقت دین اسلام کی کیونکر معلوم ہو سکتی ہے۔ اور جب کہ ان الہامات کو بیان کیا جاوے گا۔ تو پھر بالضرور اس منعم علیہم کا ذکر بھی کرنا ضروری ہوگا۔ جس پر وہ الہامات نازل ہو کر پورے ہو گئے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں من اولہ الی آخرہ ملہمین کا اور ماموریں کا ذکر فرما کر مخالفین اسلام پر اتمام حجت فرمایا ہے۔ واضح ہو۔ کہ دین اسلام کی تبلیغ اس زمانہ پر فتن میں بغیر ذکر کرنے حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ایک ایسی تبلیغ ہے۔ جیسے دیگر غیر احمدیوں کی۔ اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے اس وعدہ الٰہی کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ جو آیت ذیل میں موجود ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ پس انکا ذکر کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے۔ اور بڑی خوش قسمتی ہی ہماری کہ اللہ تعالیٰ نے اس خیر امم میں الہام اور وحی کے دروازوں کو کھول کر ہم کو مراتب حق الیقین عرفان اور احسان کے مدارج پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور پھر بغیر ذکر کرنے ایسے نشانات آسمانی اور زمینی کے قرآن مجید کی تبلیغ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ صرف صفات علیم و خبیر وحی و قیوم جو صفات الٰہیہ ہیں۔ ان کو بھی بغیر ذکر کرنے حضرت جری اللہ کے ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آریہ از علم عاریہ کے مقابلہ میں حضرت جری اللہ کے وہ الہامات اور کشوف ہم پیش کر سکتے ہیں۔ جو ان کے مقابلہ میں پورے ہوئے۔ اور علیٰ ہذا القیاس عیسائیوں کے بارے میں اور نیز اندرونی مخالفین کے بارے میں بھی بہت سے الہامات ہیں۔ جو حقیقۃ الوحی میں مندرج ہیں۔ اور جو تمام لوگ ان کا پورا ہونا دیکھ چکے ہیں۔ وہ بھی اب تک موجود ہیں۔ میرے نزدیک یہ امر صحیح نہیں۔ کہ اس مبعوث جری اللہ کا ذکر نہ کیا جاوے۔ کیونکہ صحف انبیاء میں اس موعود کا ذکر فرمایا گیا۔ قرآن مجید میں اس بروز محمدی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ نبی کریمؐ نے سلام فرما کر اسکا ذکر فرمایا اولیاءؒ امت مرحومہ بھی اس کے زمانہ بعثت کے منتظر ہو کر گذر گئے۔ اب جب وہ خود موعود آ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت کے لئے وہ ہزاروں نشانات آسمانی و زمینی نازل فرما دیئے۔ جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ احادیث صحیحہ میں مندرج ہیں۔ اور اس کی صداقت کالشمس فی نصف النہار واقع ہو گئی۔ اور ہم اس کی بیعت میں داخل ہو کر زن و فرزند سے مہجور ہو گئے۔ اور مال واسباب اور ملازمتوں کو اللہ کیواسطے ترک کر دیا۔ طرح طرح کی اذیتیں اٹھائیں حتیٰ کہ بعض قتل بھی کئے گئے۔ اور بیعت کی شرائط ہم نے اس شرط پر اقرار کیا ہے۔ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو) اگر اب اس کا ذکر نہ کیا جاوے۔ تو وہی مثل ہوئی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا۔ ان اللہ یعلم ما تفعلون ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا۔ الایہ ہاں اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسے وقت قسموں میں تبلیغ کے لئے ایک آیت کریمہ میں ایک گر تعلیم فرمایا ہے۔ کہ اگر ہم اس کو اپنا دستور العمل کریں۔ تو نہایت عمدہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔ الایہ اس آیت میں غور کرو۔ الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم کی طرف کہ اس سے مراد وہ کلام حق اور مستقیم ہے۔ جو فریقین کو مسلم یعنی ان کی کتابوں مسلمہ میں موجود ہو۔ گو ان کے مذہب موجودہ کے سخت مخالف ہی ہو۔ دیکھو خصم کو اس کے مسلمات سے قائل کرنا ایک بڑا اتمام حجت ہوا کرتا ہے۔ پس اہل کتاب اور مسلمانوں کے تمام مذاہب باطلہ کو اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے۔ مذہب کفارہ کا ہو یا الوہیت مسیح کا ہو یا یہود اہل کتاب کے دیگر خرافات ہوں یا غیر احمدی مکذبین کے خیالات ہوں۔ جو انہوں نے اپنی طرف سے ان کو اختراع کر دیا ہے۔ اس آیت میں رسول کریمؐ کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے مقابلہ میں کہدو۔ کہ ہم تمہارے مذہب شرک کے رد کرنے کیلئے ان مسلمات کی طرف بلاتے ہیں۔ جو تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ اور تورات اور انجیل پر تمہارا ایمان ہے۔ پھر انکار کی کیا وجہ۔ جیسا کہ ہم بمقابل مخالفین کے خواہ اہل اسلام ہوں یا عیسائی دعوت کریں۔ کہ آ جاؤ۔ ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے حضرت عیسیٰ کی وفات اور مسیح موعود کا اس امت سے ہی آنا ثابت کرتے ہیں۔ اور توریت اور انجیل کے درس بھی پیش کرتے ہیں۔ پس یہ وہ کلام حق اور مستقیم ہے۔ جو فریقین کو مسلم ہے۔ آگے اس کے اللہ تعالیٰ تفسیر اس کلام حق اور مستقیم کی فرماتا ہے۔ کہ وہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ من دون اللہ کی عبادت ہرگز نہ کریں گے۔ اور یہی کلام قرآن مجید میں جو غیر احمدیوں کو بھی مسلم ہے ہدایات موجود ہیں۔ اور توریت اور انجیل اور کتب سابقہ بھی اسیطرف دعوت کر رہی ہیں لیکن تم مسیح ابن مریم کی عبادت کرتے ہو۔ اور اس کو ایک معبود قرار دے لیا ہے۔ اس کلام مستقیم اور حق سے تمام وہ شرک فی العبادات رد ہو گئیں جنکو تمام کے اہل اسلام نے اور اہل کتاب عیسائیوں وغیرہ نے حضرت عیسیٰ میں صفات الوہیت ثابت کر کے ان کو معبود قرار دے رکھا ہے دوسری بات یہ ہے۔ کہ کسی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات و اسماء اور افعال میں ہم شریک نہ کریں گے۔ مگر برعکس اس کے تم عیسیٰ وغیرہ میں صفات اور افعال الٰہیہ کا موجود ہونا مانتے ہو۔ اور ان کو شریک باری تعالیٰ قرار دیتے ہو۔ جس کو قرآن مجید بھی نفی فرماتا ہے۔ اور توریت و انجیل بھی رد کر رہی ہیں۔ پس یہ کیسا کلام مستقیم ہے۔ کہ فریقین کو بلحاظ اپنی کتب متفق علیہ کے مسلم بھی ہے۔ لیکن تم نے مذہب اپنا اس کے مخالف قرار دے رکھا ہے تیسری بات اس آیت میں یہ ہے۔ کہ قرآن مجید اور نیز توریت و انجیل باواز بلند کہہ رہی ہیں۔ کہ من دون اللہ کو اپنا ارباب نہ بناؤ۔ لیکن تم نے من دون اللہ کو ارباب بنا لینا اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے۔ یہاں پر ہم ارباب بنانے کی وہ تفسیر لکھتے ہیں جو نبی کریمؐ نے ارشاد فرمائی ہے۔ جس سے تمام غیر احمدیوں پر حجت ہو جاوے اور اہل کتاب پر بھی اتمام حجت کیا جاوے۔ اور وہ یہ ہے تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ کیف کانت تلک الربوبیۃ فی بنی اسرائیل قال انہم ربما وجدوا فی کتاب اللہ ما یخالف اقوال الاحبار والرہبان فکانوا یاخذون باقوالہم وما کانوا یقبلون حکم کتاب اللہ تعالیٰ قال الرازی فی تفسیرہ قال شیخنا رضی اللہ عنہ شاہدت جماعۃ من مقلدۃ الفقہا وقرأت علیہم آیات کثیرۃ من کتاب اللہ تعالیٰ فی بعض المسائل وکانت مذاہبہم بخلاف تلک الایات فلم یقبلوا تلک الایات ولم یلتفتوا الیہا وبقوا ینظرون الی کالمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواہر ہذہ الایات مع ان الروایۃ عن سلفنا وردت علی خلافہا اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔ عن عدی بن حاتم ما کنا نعبدہم یا رسول اللہ قال الیس کانوا یحلون لکم ویحرمون فتاخذون بقولہم قال نعم قال ہو ذاک وعن الفضیل لا ابالی اطعت مخلوقا فی معصیۃ الخالق او صلیت بغیر القبلۃ۔ یہ ہے وہ کلام حق اور مستقیم کہ جس سے تمام اباطیل کا رد ہو سکتا ہے۔ مثلاً غیر احمدی مسیح موعود کے نہ ماننے اور تکذیب

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ نمبر ۱۶

ممالکِ غیر میں تبلیغ

الحمدللہ کہ ولائیت میں خواجہ صاحب اور چودہری صاحب تبلیغ کے کام میں مشغول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے تبلیغ کے راستہ کھول رہا ہے۔ مصر میں جو احباب ہیں۔ ان کی طرف سے بھی خوشخبریاں آرہی ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب اپنے پچھلے خط میں لکھتے ہیں کہ اس ہفتہ پانچ آدمی زیر تبلیغ رہے۔ اول تو میں نے اپنے استاد کو جس سے کامل سبر و پڑھتا ہوں۔ تبلیغ شروع کی۔ جیسا کہ گذشتہ خط میں عرض کیا تھا۔ پھر اتفاق سے ایک دن اسکا بیٹا آگیا۔ اس نے خود ہی اس سے ذکر کرکے میرا تعارف اسے کرایا۔ اس نے مجھ سے وفات مسیح کے دلائل پوچھے۔ جب میں نے پیش کئے۔ تو وہ قائل ہوگیا۔ پھر میں نے اس کو سنوایا کہ جب مسیح وفات پاگیا ہے۔ تو منتظر مسیح کے متعلق جو ابن مریم کا لفظ ہے۔ اس کی تاویل کرنی پڑیگی۔ جب اس کی تاویل کرکے سنائی۔ تو اس کو اس نے مان لیا تھی کہ نبوت کے مسئلہ کو بھی مان گیا۔ یہ دونوں باپ بیٹا بہت ہی قریب ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو کھولدے۔ آمین۔ شیخ کو میں نے پوچھا کہ خاموش کیوں ہو۔ کہنے لگا۔ کہ میں بہت ہی فکر میں ہوں۔ باتیں تمہاری بہت ہی معقول ہیں۔ انکار تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر انصاف سے کام لیا جاوے۔ لیکن ہم بچپن سے لیکر اسوقت تک کچھ اور ہی سنتے چلے آئے ہیں۔ اتنی مدت کی باتیں یک لخت کسطرح نکل جائیں۔ پھر کہا میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں قبول کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ میرے دل پر تمہاری باتوں کا اثر ہے۔ میں نے یہانتک دیکھا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس کے پاس آتا ہے۔ تو وہ میرا ذکر کردیتا ہے۔ اور بات شروع کروا دیتا ہے۔ پھر آپ میری طرف سے دلائل شروع کرتا ہے۔ ایک ترک مولوی بہت ہی جوش دکھانے لگا۔ یہاں تک خیال مغل کے لفظ سے مجھے پکارنے لگا۔ کہ تم تمام امت کے اتفاق کے خلاف کرتے ہو۔ سب مانتے ہیں مسیح زندہ ہے۔ ہرگز نہیں مرا۔ پیشتر اس کے کہ اسکو کوئی جواب دوں۔ وہ شیخ ہی اس کو کہنے لگا۔ کہ میں بھی سب دشمن ہی تمہارے پاس ہے۔ کیا یہی مناظرہ ہے۔ جبکہ تم کو ناز ہے۔ اور باقی تم اتفاق کہتے ہو۔ ساری امت کا اتفاق کہاں ہوسکتا ہے۔ کیا یہ لوگ امت میں شامل نہیں۔ پھر کہنے لگا۔ کہ تم نے دلائل سنے ہی نہیں۔ پہلے ہی شور مچانا شروع کردیا۔ خیر جب اس نے دلیل سنی تو فلما توفیتنی والی آیت پیش کی۔ تو وفات کا تو قائل ہوگیا۔ مگر کہنے لگا کہ خدا قادر ہے کہ اس کو پھر زندہ کردیوے۔ شیخ کہنے لگا کہ قدرت اللہ کا کون منکر ہے۔ مگر خدا کی یہ سنت تو نہیں۔ کہ مردوں کو پھر دنیا میں بھیجے۔ میں نے کہا کہ اگر ان کا نزول مانا جائے تو یہ آیت توفیتنی باتی ہے کہ وہ قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے۔ خیر وہ تو تعصب میں ڈوبا ہوا تھا۔ نہ مانا۔ مگر شیخ اس پر ناراض ہوگیا۔ یہاں تک کہ باوجود اس کے کہ وہ اسکا پورانا شاگرد تھا۔ اور اسی کے ذریعہ میرا اس سے تعارف ہوا تھا۔ اس کو ناراض ہوکر نکال دیا۔ اور پڑھانے سے انکار کردیا۔ اسی طرح اس نے اپنے ایک دوست ڈاکٹر سے ذکر کیا۔ وہ بھی گفتگو کے لئے آیا۔ چنانچہ کچھ دیر وفات مسیح پر اڑ کر آخر قائل ہوگیا۔ باقی دعوں کے متعلق اس نے گفتگو کو کسی اور وقت پر رکہا ہے۔ اور استفتاء کے لئے بھیجا گیا ہوا ہے۔ اور ایک اور آدمی بھی ہے۔ اس کے ساتھ بھی کچھ گفتگو آج ہی ہوئی ہے۔ اس نے بھی کہا۔ کہ میں جمعہ کے روز حضرت صاحب کے دعویٰ کے متعلق گفتگو کروں گا ہمارا احباب ان مبلغین کے لئے دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور صداقت کے پھیلانے میں غیب سے سامان مہیا کرے آمین۔ (ایڈیٹر)

ہماری دوستانہ مجلسیں

(از منشی احمد حسین صاحب فریدآبادی)

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اس بات کا بجا فخر ہے کہ ہم نے اس امام موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کیا۔ جو فخر اولین و آخرین ہوا اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر امت مرحومہ کے لئے اس زمانۂ آخری کا معلم و مزکی ہو کر آیا۔ اور جس نے تقویٰ و تقدس کی راہ پر قدم مارنا سکھلایا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ لیکن اس پاک وجود یا اس کے خلیفہ برحق صدیق ثانی (ایدہ اللہ بنصرہ) کے دست مبارک پر خالی بیعت کوئی چیز نہیں۔ جب تک ہم اپنی زندگی کے ہر حصہ میں ان خاصان خدا کے فیض صحبت کا کوئی عملی ثبوت پیش نہ کریں۔

ہمیں اسوقت اپنی دوستانہ مجلسوں اور بے تکلفی کی صحبتوں پر ایک نظر غور ڈالنا مقصود ہے۔ کہ آیا وہ کہاں تک قابل اطمینان ہیں یا کیا کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔

بے تکلف احباب کا مل بیٹھنا اور خوش گپیوں میں وقت عزیز کا خون کرنا جو ایک دفعہ گذر کر ہرگز ہرگز پھر نہیں آنے کا۔ ایک معمولی عادت سمجھی گئی ہے۔ اور اکثر حلقہ ہائے احباب میں دیکھی جاتی ہے۔ لیکن اگر عاقبت اندیشی و تقویٰ کی نظر سے دیکھا جائے۔ تو ایسی مجلسیں جنہیں سوائے دل لگی اور ہنسی مذاق کے نہ کوئی دینی ذکر اذکار ہوتے ہوں۔ اصلاح اخلاق و ارواح کی باتیں عوام کالانعام کی گپوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ ان اور ان میں فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ بازاری بیہودوں کی چارپاری میں بعض لغویات اور بکواس میں حدود تہذیب و شرافت سے بھی متجاوز ہوتی ہیں۔ تو ان مہذب بیٹھکوں کی صحبت میں اسقدر خلاف شائستگی چرچے نہیں ہوتے۔ مگر سنجیدگی (قرآن کریم میں استہزاء کو جہالت قرار دیا گیا ہے۔ اور جاہلیت اسلام سے پہلے کی حالت کا نام ہے۔ خدا تعالیٰ سبکو اس سے نکالے۔ آمین منہ) و متانت کے درجہ سے گری ہوئی بیہودہ گپیں۔ ضرور ہوتی ہیں۔ گویا نسبتاً دونوں سوسائٹیاں قریب قریب یکساں قابل ملامت ہیں۔

کیا جو قوم خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق کا ادعا کرتی ہو۔ اسکے مشاغل ایسے ہی ہونے چاہئیں جنمیں تقویٰ و طہارت کی روح نشوونما پانیکے بجائے الٹی روز بروز بے حس فرسودہ و مردہ ہوتی جائے۔ کیا نری دل لگی کی باتیں یا آپس کے گلے شکوے عاقبت میں ہمارے کچھ کام آئیں گے؟ ہرگز نہیں۔ پس ایسی صحبتوں سے تنہائی ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس میں انسان لغویت اور معصیت آمیز اقوال و افعال سے بچ سکے۔ اور اگر خدا تعالیٰ توفیق بخشے۔ تو وہی وقت گرانمایہ کتب دینی کے مطالعہ اور قرآن پاک کی تلاوت میں گذار کر ان صحبتوں سے لاکھ درجہ بڑھکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

جس جماعت کو اصلاح خلق کا دعویٰ ہو۔ اور جو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نمونہ پر دنیا اور اہل دنیا میں اپنے اثر سے پاک اور قابل فخر تبدیلی کرنے کی آرزومند ہو۔ اس کی ذمہ واریاں نہایت نازک اور اسکے فرائض نہایت اہم ہیں۔ وہ جب تک کہ اپنی سفلی زندگی پر ایک موت طاری کرکے تزکیہ نفس کی قابل تقلید مثالیں۔ قائم نہ کریں۔ دیگروں کو سنوارنا تو درکنار اپنی نسبت بھی عقبےٰ کی بازپرسی سے امن میں نہیں ہوسکتے۔

عمر عزیز کی قدر و قیمت اور جن پاک اغراض کے لئے ہمیں یہ ودیعت ہوئی ہے۔ آہ بڑا سنگین سوال ہے۔ زبانی جمع خرچ کا تو ذکر نہیں۔ لیکن عملی طور پر کتنے ایسے ہیں۔ جو وقت کی ایسی ہی قدر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اسکا حق ہے۔ اور کتنے ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر کیا۔ اوقات فرصت ہی کا آدھا چوتھائی بھی عقبیٰ کی بازپرس کو پیش نظر رکھ کر گذارا ہو۔ اگر اپنی اپنی جگہ پر از راہ خداترسی و انصاف غور کریں۔ تو غرق ندامت ہونیکے سوا چارہ نظر نہیں آتا۔

پس اے عزیزو! تم بوڑھے ہو یا نوعمر۔ جوان ہو یا ادھیڑ خدا کے لئے آج ہی سے عہد کرلو۔ کہ اپنی مجالس میں لغویات کا دخل ہرگز نہ ہونے دینگے کیونکہ مومن کی تو یہ شان ہے کہ خود ایسی باتوں میں پڑنا کیسا دوسروں کو بھی ان میں مبتلا دیکھے۔ تو چاہئے۔ کہ منہ پھیرلے اور بڑی متانت سے گذر جائے۔

خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور خلائق کیلئے مشعل ہدایت بننا کوئی سہل بات نہیں۔ اس کے لئے بڑے بڑے مجاہدات اور قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم ان کٹھن منزلوں سے کیا گذروگے جبکہ اپنی طبیعت پر ذرا سا جبر کرکے معمولی پاک خصائل کے پابند نہیں بن سکتے۔ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ اگر ہمارا ملنا بیٹھنا اپنے اور دوسروں کے لئے عقبیٰ کی بہتری کا موجب نہیں ہوتا تو پھر ایسی صحبت سے کنارہ کرنا اولیٰ ہے۔ اہل و عیال کی خدمت ان کے ساتھ شریک رنج و راحت ہونا۔ گھر میں بیٹھکر یاد الٰہی کرنا۔ یا دیگر شریفانہ استعمال مثلاً نوشت و خواند و تجربہ وغیرہ۔ صدہا عمدہ باتیں ان عامیانہ مجالس کا نعم البدل ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو نیک توفیق دے۔ اگر دوستانہ مجلس اصلاح طلب ہے تو صبر اصلاحت۔ والسلام

خطبۂ جمعہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم واذ قال موسٰے لقومہٖ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا البقرۃ پر پڑھا۔

بعض لوگ ہمارے وعظ میں نہیں آتے۔ حالانکہ یہاں رہتے ہیں دریافت پر کہا۔ نورالدین ہماری نسبت ہمارے عیوب ظاہر کرتا ہے۔ گو اشارۃً ہو۔ ایک اور سے دریافت کیا۔ کہ تم بھی کیوں نہیں آتے۔ کہنے لگا۔ کہ جو گناہ ہمارے وہم میں بھی نہیں ہوتے۔ وہ تم بتلاتے ہو۔ اور ہم اپنے زیر نظر لڑکوں کو نہیں بھیجتے۔ اسیطرح ایک اور شخص سے پوچھا۔ کہنے لگا کہ تمہارے درس میں ہوتا ہی کیا ہے۔ جو کہتے ہو وہ ہم بھی جانتے ہیں۔ میں نے قرآن دیا۔ کہ تم پڑھ کر ہی یہ مقام سنا دو۔ میں تم سے معنے نہیں پوچھتا۔ مگر وہ پڑھ ہی نہ سکا۔ اسیطرح جب واعظ وعظ کرتا ہے۔ کئی لوگ اسکی حقیقت کو پہنچ جاتے ہیں اور اسکے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ننہال میں جو بڑے معلی کہلاتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مسجدیں بناتے ہیں۔ نام فضلدین عبداللہ رکھتے ہیں میں نے اپنے شہر میں دیکھا۔ کثرت آبادی مسلمانوں کی ہے۔ کچھ حصہ مسلمان ہیں۔ جو بڑے مشرک ہیں نام مسلمانوں جیسے اور کچھ رسومات ہمارے اور کچھ ہندوؤں کے ادا کرتے ہیں۔ سکھوں کے علاقے کے چوہڑے کیس رکھتے ہیں۔ اور نام نہال سنگھ رکھ لیتے ہیں۔ سنی۔ شیعہ۔ ہندو۔ سکھ سب اکٹھے رہتے ہیں۔ مذہبی غیرت انہیں کہاں۔ لڑائی کہاں ہوتی تھی جب غیرت ہی نہ تھی۔ ایک میرا استاد ہندو پنڈت تھا۔ کہنے لگا۔ کہ ہندو مسلمان تو دو مذہب ہوئے یہ سکھ کہاں سے نکل آئے میں ہنس پڑا۔ انہوں نے کہا۔ کہ کیوں ہنس پڑے۔ میں نے کہا کہ مسلمان۔ عیسائی تو ملتے جلتے ہیں۔ یہودی مجوس قوم قدیم ہے۔ کہنے لگا۔ کہ شاید یہ لوگ چھپے ہوئے ہونگے کسی ملک میں۔ مذہب تو دو ہی چلے آتے ہیں۔ اب یہ تیسرے لوگ ہیں۔ گویا ان کے خیال میں سکھ جدید قوم تھی۔ انکو کوئی خبر نہ تھی۔ ناواقفی کا سبب ہے۔ تھا میرا واقعی استاد۔ اب بھی انکو استاد کہتا ہوں۔ یہاں پہ ہندو تو ہے ہی نہیں خیر میں حیرت میں رہا۔ اور جواب دیدیا۔ یہاں پہ ذکر اس لئے کیا۔ کہ فرعون جو تھا۔ اس کے آباؤ اجداد گاؤ کی پرستش کرتے تھے۔ اسکندریہ میں ایک لائبریری تھی۔ اسکو برچیم کہتے تھے۔ برچیم بیل کا نام ہے۔ اس لائبریری کے آگے ایک بیل بنا ہوا تھا۔ لائبریری کی حفاظت کے لئے۔ مورخوں کا اسمیں اختلاف ہے۔ کہ بنی اسرائیل مصر میں ڈھائی سو سال رہے یا چار سو سال خیر یہ تمہاری دلچسپی کی بات نہیں اور فرعون کے سر کا تاج بھی گئو موکہی کا تھا۔ اور اس کا بڑا ثبوت قرآن سے یوں ملتا ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل وہاں سے آئے۔ تو باوجود یکہ سیدنا موسےٰ علیہ السلام کے زیر اثر تھے۔ سیدنا موسےٰ علیہ السلام کے بعد انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ گاؤ کو تو پہلے ہی مانتے تھے۔ میں نے ایک ہندو سے پوچھا۔ کہ گئو ماتا کا تو اسقدر ادب کرتے ہو۔ اس کے خاوند (بیل) کی پرستش کیوں نہیں کرتے۔

بلکہ بیل کو تو سارا دن جوتتے ہو۔ انبیاء کو تو شرک سے نفرت ہی ہوتی ہے موسےٰ علیہ السلام کو بچھڑے کی پرستش بری لگی۔ اس کا ذکر کسی خطبہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں مرض شرک کے علاج کا ذکر ہے۔ سیدنا موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ گاؤ کی قربانی کرو۔ عادت بڑی بُری بلا ہے۔ لگے ایچ پیچ بنانے۔ سیدھی بات تھی گائے ذبح کر دیتے۔ ہمارے ایک شیخ المشائخ گذرے ہیں۔ ان کا نام شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سرہند ریاست پٹیالہ میں ہے۔ ہمارے ہم قوم تھے وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں وفات پائی۔ انہوں نے اپنی مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ امراء و بادشاہ سب ملکر گائے کی قربانی کریں ورنہ مشکلات میں رہیں گے۔ اب دیکھو ہندو گائے کی قربانی بند کرانا چاہتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا مسلمان بادشاہوں کی غفلت والا ہند و رسومات کے پابند نہیں مثلاً جیسے گاؤ کا ذبح کرنا برا جانیں۔ ایسا بچھڑے اور مرغ کو ذبح کرنا۔ موسےٰ تو بڑا اولوالعزم نبی تھا۔ کتنے نشان دکھلائے فرعون کی غلامی سے بچایا۔ ید بیضاء۔ عصا۔ جراد۔ دم۔ قمل۔ طوفان وغیرہ وغیرہ دکھائے۔ فرعون غرق ہوا۔ اسی دریا سے بنی اسرائیل بچکر نکل آئے۔ انکے دلمیں کوئی ادب معلوم نہیں ہوتا۔ اور کہنے لگے کہ کیا آپ ہنسی کرتے ہیں۔ کہا اعوذ باللہ یہ تو جاہلوں کا کام ہے۔ ہماری سرکار نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سے بڑا عالم اور متقی ہوں۔ ٹھٹھا یا مخول کرنا عالم کا کام نہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی درس میں یا طب میں ٹھٹھا کیا ہو۔ وہ بدمعاش خوب سمجھتے تھے۔ کہ سیدنا موسیٰ کی کیا غرض تھی۔ مگر رسم کے خلاف کرنا بھی مشکل تھا۔ اس لئے خوب بہانا بہانا بسیار۔ کہتے ہیں۔ کہ ادع لنا ربک ... یہ مستتر ہے۔ جواب ملا۔ گائے ہے نہ بچھیا ہے۔ اور نہ بڑھیا ہے۔ اور جوان ہے۔ جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو۔ شریر پابند رسوم و عادات بہلا کیسے جلد سیدھا ہو۔ لگے پوچھنے کہ اسکا رنگ کیسا ہو۔ علاج تو یہ تھا۔ کہ دو جوت لگا دیتے۔ مگر انبیاء رحیم کریم ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ زرد رنگ اور شوخ دہڑا رنگ ہے۔ یعنی گوڑا گو رخوش کرتی دیکھنے والوں کو۔ کیا معنے درشنی گاؤ ہے۔ ہندو ایسی عمدہ گھر دنیں کہتے ہیں اور انکو گند ملا آٹا کھلاتے ہیں۔ اب یہ بدبختی پیچھا نہیں چھوڑتی کہتے ہیں کہ حضور گائیں بہت ہیں۔ گوریاں بھی ہیں۔ ذرا تفصیل سے پوچھو ہمکو تو شبہ پڑ گیا ہے۔ پھر تاڑ گئے۔ کہ یہ شرک کو تو پسند نہ کریگا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ ذلیل نہیں ہے۔ وہ تو کہا کہا کہ اتنی موٹی ہوتی ہے۔ کہ وہ زمین پہ کہر مارتی ہے کبھی کھیتی میں نہیں لگائی گئی۔ اس میں کالا کوئی نہیں اور نہ داغ ہے مجبور ہو گئے۔ آخر ذبح کرنی پڑی۔ آخر انبیاء علیہ السلام کے حضور کیا پیش جاتی۔ ایک اور بات سناتا ہوں۔ کہ جب انسان کسی جگہ کو آگ لگاتا ہے تو پہلے دیا سلائی کو جلاتا ہے۔ پہلے چیتھڑے اور کاغذ وغیرہ کو آگ لگاتا ہے۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ بڑے بڑے کھنڈ تباہ کر دیں۔ اسیطرح قومی افساد کے لئے بعض لوگ ایک امر کو دینی اور مذہبی امر تجویز کر کے اس افساد شروع کرتے ہیں۔ اور شاید ان کی اتنی عقل ہوتی ہے جیسا ان کی بد عادت ہے

اسکو پورا کرنے کو ایک ایمانی امر تجویز کرتے ہیں۔ اس لئے میں اول اپنا ایمان ظاہر کرتا ہوں۔ ہمارے ایمان میں جو کچھ ہے یہ ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ۔ اور گواہ رہیو قیامت کے دن پوچھے جاؤگے۔ کہ کوئی معبود برحق محبوب مطلوب حقیقی جسکے آگے کامل اطاعت کریں۔ تذلل اختیار کریں اللہ ہے اس کے مقابل میں کوئی نہیں۔ رب۔ رحمٰن۔ رحیم مالک یوم الدین اس کی صفتیں ہیں۔ لاکھوں فرشتے اس نے بنائے ہیں یہ اسکے کارخانہ میں اسکے حکم کے ماتحت کارکن ہیں۔ ان کی معرفت حکم الٰہی آتا ہے اور بالواسطہ بھی آتا ہے اور جنکے پاس آتا ہے۔ اگر وہ مامور ہوں تو وہ رسول کہلاتے ہیں۔ اور سبکے سردار نبی کریم صلعم ہیں۔ اس کے بعد دوزخ۔ جنت۔ پلصراط۔ قیامت برحق ہیں۔ میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور خوب سمجھ کر پڑھی ہیں۔ مجھے قرآن کے برابر پیاری کوئی کتاب نہیں ملی۔ اس سے بڑھ کر کوئی کتاب پسند نہیں ہے قرآن کافی کتاب ہے۔ اولم یکفہم انا انزلنا۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور آتے ہیں۔ اور آتے رہیں گے۔ میں نے اپنے زمانہ میں میرزا غلام احمد صاحب کو دیکھا ہے سچا پایا اور بہت ہی راستباز تھا۔ جو بات اس کے دل میں نہیں ہوتی تھی وہ نہیں منواتا تھا۔ اس نے ہی ہم کو یہی حکم دیا۔ کہ قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ اور فرمایا۔ کہ قرآن کے بعد اگر کوئی کتاب ہے تو بخاری ہے۔ اس نے تین دعوے کئے۔ اول حضرت عیسےٰ مر گئے۔ اس کے دلائل واصول بتائے۔ اور قرآن سے ثابت ہوئے۔ کہ واقعی مر گئے جیسے فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون۔ الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً۔ دوم ایک عیسےٰ کی آمد ہے۔ اور فرمایا کہ وہ میں ہوں۔ ہم نے اس کو نشانوں سے مانا۔ اور میں خود بھی نشان ہوں۔ اور میرا گھر بھی نشانوں سے بھرا ہوا ہے۔ تیسرا جو طبعی موت سے مر جاتے ہیں۔ وہ پھر اس دنیا میں نہیں آتے۔ اس کو بھی ہم نے واضح طور سے اور بالکل قرآن کریم کے مطابق پایا۔ باقی مسئلہ کوئی ایسا نہ تھا۔ اگر کوئی ان سے مسئلہ پوچھتا تو اکثر میرے پاس بھیج دیتے۔ کہ نورالدین سے پوچھ لو۔ ایک دفعہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب یا کشف میں دیکھا۔ میں نے آپ سے سوال کیا۔ کہ حضرت ابوبکر اور آپکی فضیلت کا مسئلہ دنیا میں بیچدار ہو رہا ہے۔ اسکا اصل کیا ہے فرمایا انسان کی فضیلت موقوف ہے اس تعلق پر جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ دلوں کے حالات کو علیم ذات الصدور کے سوا کون جانتا ہے ایک اور سوال ہے خواجہ کمال الدین کون ہے اور نورالدین کون ہے عیاں لوگوں کا ہے نماز سے مطلب نہ حج کا فکر نہ روزہ کا خیال۔ ایک نے سوال کیا ہے کہ آپنے کہا ہے۔ چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت کمال دیں بودے حالانکہ یہ مصرعہ ہی غلط ہے۔ ڈاکٹر شاہنواز خانصاحب کو استشہاد شاعری کے لئے کہڑا کیا) بتلائے یہ مصرعہ صحیح ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بالکل غلط۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں۔ کہ تم فساد ڈلواتے ہو۔ کہتے ہیں۔ کہ قاضی حبیب اللہ ہے۔ وہ شخص اور ہیں۔ ہم نہیں جانتے جب وہ ہمارے سامنے آتے ہیں تو وہ مخلص اور فرمانبردار ہی معلوم ہوتے ہیں۔ پھر وہ لکھتا ہے کہ دیوث کہانے شریر النفس

... ہیں۔ وہ بار بار لکھتے ہیں۔ کہ الفضل جھوٹ لکھتا ہے۔ اور تم جھوٹ بولتے ہو۔ اور ہم کہتے ہیں کہ تم ہماری اصلاح کے لئے یہاں نہیں آتے اگر تم کو ہماری مجلس بہت گند سکھاتی ہے۔ تو مہربانی کر کے بیٹھے گھر تشریف لے جاؤ۔ اگر ہمکو بلائیں تو جھوٹے بیٹے ... سوا اس غرض کے کبھی قرآن

(بقیہ از صفحہ نمبر ۱۳ - سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر ۱۳)

میں علماء سابقین کے اقوال اور علماء حال کے خیال اور روایات ضعیفہ ہی پیش کرتے ہیں۔ جو بمقابل کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے قابل رد ہے۔ لیکن ہم ان کو اسطرف بلاتے ہیں۔ کہ لا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ باوجود اس کے کہ مکذبین کے اعتقاد میں بھی ادلہ شرعیہ میں سے اول اور اقدم کتاب اللہ ہی ہے۔ اور تمام اقوال سے مقدم احادیث صحیحہ ہی ہیں۔ لیکن کوئی صاحب اس ہماری دعوت کو قبول نہیں کرتا۔ الا ماشاء اللہ یہ جملہ تو ایسا عمدہ اصول ہے۔ کہ غیر احمدیوں کی تکذیب کو بالکل استیصال کئے دیتا ہے۔ مگر مکذبین اقوال تفسیر یہ اور اقوال شراح حدیث ہی کو کتاب وسنت پر مقدم کرتے ہیں۔ اور کتاب وسنت کو باوجود ان کے متفق علیہ ہونے کے تسلیم نہیں کرتے اگر لا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ پر عامل ہوں تو پھر ایک ذرہ بھی ان کی مخالفت کا باقی نہ رہے۔ اور مطلع بالکل صاف ہو جائے۔ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے ایسا قاعدہ ہم کو واسطے اثبات مذہب احمدیت کے ارشاد فرمایا۔ کہ ہم کو دوسرے اصول کی کچھ چنداں حاجت ہی نہ رہی۔ پس یہ معنی ہیں۔ اس آیت کے۔ اور پھر اس پر علاوہ یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون یعنی اگر اس مسلمہ اور متفق علیہ اصل الاصول کو بھی تم قبول نہیں کرتے۔ تو گواہ رہو۔ کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ بلکہ ہم ہی مسلمین ہیں۔ سچ فرمایا۔ حضرت مسیح موعود نے ؎

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلمان را مسلمان باز کردند

اس آیت سے تو ہم کل اہل مذاہب باطلہ پر فتح پا سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی اہل مذہب ایسا نہیں جس کی کتاب معتقد علیہ ہیں یہ ہدایت نہو الا ماشاء اللہ یہ اصل الاصول مندرجہ آیت ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت جری اللہ نے پیغام صلح میں ارشاد فرمایا ہے۔ فداہ ابی وامی تبلیغ اسلام اور نیز تبلیغ سلسلہ احمدیت کے لئے ایک اور عام بلکہ اہم صراط مستقیم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جس کو ہر ایک مبحث اور ہر ایک خطاب میں اپنا دستور العمل گردا ننا نہایت ہی ضروری ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ یہ آیت بعد توصیف وبیان اوصاف حمیدہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے ارشاد فرمائی گئی ہے جس کی عمدگی کا تجربہ کل سابق میں خصوصاً حضرت ابراہیم کے وقت میں ہو چکا ہے۔ اور چونکہ جو امر مجرب ہو چکا ہو۔ آئندہ زمانوں میں اسی کی اتباع کا حکم کیا جاتا ہے۔ گو آئندہ امور الٰہی آنے والے سابق سے افضل ہی ہو۔ جیسا کہ سیاق وسباق آیت میں یہاں ارشاد فرمایا گیا۔ کہ واتبع ملۃ ابراہیم حنیفاً گو آنحضرت کل انبیاء ماسبق کے مقتدا ہیں۔ مگر نبی آخر الزمان ہیں۔ مگر تا خر زمانی کے سبب اتباع کا حکم ہوا اور ممکن ہو کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء اس زمانہ پر فتن کے ابراہیم وقت بھی ہیں۔ مثلاً جیسا کہ حضرت ابراہیم اس نار سے مصئون ومحفوظ کئے گئے جس کا ذکر قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراہیم میں ہے۔ اسی طرح اس زمانہ کے نار طاعونی سے آپ اور آپ کے متعلقین اور آپکے محبان صادق بموجب الہامات کے مصئون ومحفوظ رہے۔ وغیرہ وغیرہ من المناسبات والمشابہات بلکہ نار طاعونی حضرت ابراہیم کی نار سے شدت اور کثرت میں بلحاظ کمیت کے بھی زیادہ تر تھی۔ اور باعتبار کیفیت کے بھی بہت زیادہ ہے دیکھو آیت وان من قریۃ الا نحن مہلکوہا قبل یوم القیامۃ او معذبوہا عذاباً شدیداً۔ فنعوذ باللہ منہا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا اسم مبارک الہامات میں ابراہیم بھی وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ سلام علی ابراہیم صافیناہ ونجیناہ من الغم تفردنا بذالک۔ فاتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ وغیرہ وغیرہ۔ پس بدیں وجہ بھی جو ہدایات مناظرہ کے لئے اس آیت میں فرمائی گئی ہے۔ اس ہدایت کی تعمیل ہم احمدیوں پر نہایت ضروری ہے۔ جو ابتداء سے حضرت جری اللہ کا عملدر آمد ہو رہا ہے۔ اب الفاظ مندرجہ آیت پر غور فرمایا جائے۔ یہ بات تو ظاہر ہے۔ کہ دعوت کرنے کی ضرورت جب ہی پڑیگی۔ جبکہ داعی اور مدعو میں مذہبی اور سبیل رب میں اختلاف ہوگا۔ اتحاد کی صورت میں تو دعوت کی ہی نہیں جا سکتی۔ پس یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ داعی مدعو کے ساتھ سبیل رب میں متفق ہو کر بھی دعوت کرے اور بصورت اختلاف سبیل رب کے اندیشہ ہے کہ فریقین کی طرف سے کچھ رنجش آمیز امور پیدا ہو جاویں۔ اس کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ تین امروں کی ہدایت فرماتا ہے۔ جو تینوں امر ابتداء سے جماعت احمدیہ کے لئے دستور العمل ہیں۔ اولاً۔ دعوت بالحکمۃ حکمت وہ معارف اور اسرار قرانی اور حجج اور بینات فرقانی ہیں۔ جو سلیم القلب انسانوں کے دلوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور چار و نا چار انکا قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہاں تعصب اور عناد ان کے قبول کرنے سے مانع ہو جاتے ہیں جیسا کہ بعض معاندین کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم۔ حجج قطعیہ جو نصوص قرآن مجید کی ہوں۔ وہ سائنس اور علم طبیعات اور دلائل عقلیہ بھی اس کو ثابت کر رہے ہوں۔ پھر بھی مفید نہ ہوویں تو پھر ایسا مرض لاعلاج ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ پھر نمبر ۲ میں دعوت بالموعظۃ الحسنۃ ہے۔ اور موعظہ حسنہ وہ کلام ہے کہ نہایت درجہ مہربانی اور شفقت اور نرمی کے ساتھ مہذبانہ کلام کیا جاوے جس کو کوئی اہل بصیرت النسان سخت اور درشت نہ کہے اور سب کو بشرط انصاف کے وہ نرمی اور لینت حسن اور خوب معلوم ہووے۔ ہاں یہاں پر بھی وہی عناد اور تعصب مانع قبول ہو سکتی ہیں۔ اور ہو گئے ہیں۔ مگر موعظہ حسنہ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ داعی مدعو کے ساتھ سبیل رب میں بطور مداہنت کے متفق اور متحد ہو جاوے۔ اسی لئے دفع مداہنت کے لئے ولا تطع المکذبین ودوا لو تدہن فیدہنون وارد ہوا ہے۔ ایسی مداہنت کے دور کرنے کے لئے اس جگہ بھی دعوت بالمجادلہ کا حکم ہوتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ مبطل کے خوش کرنے کے لئے سبیل رب کو ترک کر کے داعی مدعو کے ساتھ متحد اور متفق ہو جاوے۔ ہاں مجادلہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ معاند مخاطب جنگ وجدل پر آجاوے۔ اور اس کی طرف سے سخت کلامی واقع ہو جاوے۔ اندریں صورت داعی کو بھی اشتعال پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ مقتضیٰ خواص بشریت کا ہے کہ اشتعال پیدا ہو جاوے۔ تب سخت کلامی فریقین سے واقع ہو ہی جاتی ہے۔ لہذا نرمی اور لینت کے ساتھ معارضہ کیا جاوے مناقضہ کیا جاوے۔ اور سب کچھ اداب مناظرہ اور اس کے اصول بجالائے جاویں مگر نرمی کے ساتھ لینت کے ساتھ نہ خشونت اور سختی کے ساتھ کہ عند اللہ یہی وہ طریق ہے جو احسن اور افضل ہے۔ پس اس آیت میں کیسے عمدہ عمدہ اصول مناظرہ کے مذکور ہیں۔ جنکا دستور العمل کر لینا ہمارے حضرت جری اللہ نے ابتدا سے خود بھی کیا ہے۔ اور دوسروں کو بھی تحریراً اور تقریراً ایسی ہدایت فرماتے رہے ہیں۔ اور کیونکر ایسا کچھ عملدرآمد ہوتا کہ آپ ابراہیم وقت ہیں۔ اور ابراہیم کے سبیل رب کی طرف دعوت فرما رہے ہیں پس آیت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مدعو کے مذہب باطل کے ساتھ ہم متحد ہو جاویں۔ ایہا الاحباب کلام مجید ایک ایسی ہدایت مضمون بلاغت مشحون کتاب ہے۔ کہ اس کی معارف واسرار بیان میں نہیں آسکتے۔ ایک فقرہ پر اگر تدبر کیا جاوے۔ تو معارف واسرار کا ایک دریا بہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اب ذرا پھر غور کرو۔ کہ مخاطبین اور مدعوین پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو وہ تین قسم کے نظر آتے ہیں۔ اول تو اہل علم ان کے مقابلہ میں ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ فرمایا گیا۔ دوسرے وہ لوگ جو سلیم الفطرت اور اپنی اصلی خلقت پر ہوتے ہیں۔ اور جب ان کو حق پہنچایا جاوے تو قبول ہی کر لیتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ادع الی سبیل ربک بالموعظۃ الحسنۃ ارشاد ہوا۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جنکے مزاج میں عناد اور خصومت اور خواہ مخواہ کا جدل وجدال ہوتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں اجازت دیجاتی ہے۔ کہ بطریق احسن نرمی اور لینت کے ساتھ بھی یعنی مناقضہ اور معارضہ وغیرہ سے جنکی تفصیل علم مناظرہ میں موجود ہے پیش آنا چاہیئے۔ اور ان کی درشتی وسختی پر صبر وتحمل کرنا چاہیئے۔ تاکہ اسکات خصم حاصل ہو جاوے۔ واضح ہو کہ اس آیت سے رد ہو گیا ان لوگوں کا خیال جو دین کے بارہ میں مناظرہ کرنیکا انکار کرتے ہیں الآمان یمنع مانع تو ہی غرضیکہ اسرار قرآن مجید کی کوئی حد نہیں والسلام خیر ختام ٭